عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۳ | ۲۶ شعبان تا ۴ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق ۸ تا ۱۵ مارچ ۲۰۲۴ء | شمارہ: ۱۰

استقبال رمضان المبارک

زکوٰۃ
دولت کی تقسیم کا انقلابی نظام

انعاماتِ الٰہیہ کی بارش

حضرت سلم بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

جان بوجھ کر روزہ توڑنے کا کفارہ

س:.......اگر کوئی عاقل بالغ، رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کے بعد توڑ دے، چپکے سے کسی کو پتہ بھی نہ ہو، روزہ توڑنے کی وجہ پیاس کی شدت ہو یا وہ کچھ کھالے تو اس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ کیا ہوگا؟

ج:......رمضان المبارک میں جان بوجھ کر روزہ توڑنے سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں اور یہ شدید گناہ ہے، اور یہ گناہ صرف توبہ و استغفار سے معاف نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لئے کفارہ بھی دینا ہوگا، یعنی رمضان کے بعد پہلے اس روزہ کی قضا کریں، پھر دو مہینے لگاتار اس طرح روزے رکھیں کہ درمیان میں کوئی روزہ بھی نہ چھوٹے، اگر غلطی سے یا بھولے سے کوئی روزہ چھوڑ دیا تو نئے سرے سے شروع کرنا ہوگا۔ ہاں اگر کوئی ایسا مریض ہو کہ اب موت تک دوبارہ صحت کی امید نہیں اور اس وجہ سے وہ روزے نہیں رکھ سکتا یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی تو ایسی صورت میں وہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا سکتا ہے، یا ان کو کپڑے لے کر دے سکتا ہے اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لئے ہے۔

روزہ کا فدیہ

س:.....روزہ کا فدیہ کتنا ہوگا؟ اور یہ فدیہ کس کی طرف سے ادا کیا جاسکتا ہے؟

ج:..... شرعاً ایسا مریض کہ دوبارہ صحتیاب ہونے کی امید نہ ہو اور اس مرض کی وجہ سے وہ روزہ نہ رکھ سکے یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے، ایسے افراد اپنے روزے کا فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔ ایک روزہ کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے بقدر ہے، یعنی پونے دو سیر گندم (احتیاطاً) یا اس کی قیمت ہے اور یہ قیمت مختلف علاقوں کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے، اس لئے اپنے علاقے کے اعتبار سے اس کی قیمت کا حساب لگا کر فدیہ ادا کیا جائے۔

سخت بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑنا

س:.....اگر کوئی سخت بیمار ہو تو کیا وہ رمضان کا روزہ چھوڑ سکتا ہے؟ کیا اس پر گناہ ہوگا یا نہیں؟

ج:.....اگر کوئی شخص بیمار ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے مزید تکلیف بڑھنے کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے، بعد میں اس کی قضا کرلے، ایسی صورت میں وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر معمولی مرض کی وجہ سے یا کم ہمتی کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے تو وہ گناہگار ہوگا۔

روزہ میں جماع کرنا

س:.....رمضان میں سحری کے بعد میاں، بیوی روزے کی حالت میں جماع کرلیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟

ج:..... رمضان المبارک کے روزے کی حالت میں جان بوجھ کر میاں بیوی اگر ازدواجی تعلق قائم کرلیں گے تو قضا اور کفارہ لازم ہوگا، اور یہ مرد و عورت دونوں پر علیحدہ علیحدہ ہوگا، یعنی پہلے وہ اس روزہ کی قضا کریں، پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھیں، کوئی ایک روزہ بھی نہ چھوٹے۔ اگر ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کریں۔ بس یہی اس (روزہ) کا کفارہ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۳ ۲۶ شعبان تا ۴ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق ۸ تا ۱۵ مارچ ۲۰۲۴ء شمارہ:۱۰

اس شمارے میں!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعاون	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
زکوٰۃ... دولت کی تقسیم کا انقلابی نظام	۷	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
انعاماتِ الٰہیہ کی بارش	۱۱	مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ
استقبالِ رمضان المبارک	۱۵	مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی
بابری مسجد.... تاریخی پس منظر (۴)	۱۸	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ	۲۱	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا رحمۃ اللہ علیہ
ضلع صوابی میں ختم نبوت کی بہاریں	۲۵	مولانا محمد طیب، ضلع صوابی

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا:۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک:۷۰ ڈالر
فی شمارہ:۲۵ روپے، ششماہی:۶۰۰ روپے، سالانہ:۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون:۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۷۲ فصل:.... ۱۱ ہجری کے سرایا

۴:.... سریہ اُسامہ بن زیدؓ:.... اسی سال ماہِ صفر کے اَواخر میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا سریہ ''اُبنیٰ'' کی جانب روانہ فرمایا، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری سریہ تھا۔

اُبنیٰ:.... بضم ہمزہ وسکون با، پھر نون اور الف مقصورہ، علاقہ شام میں بلقاء کی جانب سرزمین شراۃ کی ایک جگہ ہے۔

بروز ہفتہ ۲۶ صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رُومیوں سے مقابلے کی تیاری کا حکم فرمایا جو ملکِ شام پر قابض تھے، اگلے دن اتوار کو بتاریخ ۲۷ صفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس جہاد کے لئے اَمیرِ لشکر مقرّر فرمایا۔ بدھ کی رات آئی، اور یہ ماہِ صفر کی تیسویں رات تھی، تو بخار تھا، درد ِسر کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض کا آغاز ہوا، یکم ربیع الاوّل جمعرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لئے جھنڈا تیار فرمایا، اور انہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت قتادہ بن نعمان، حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے اکابر مہاجرین و انصار کی ایک بڑی جماعت کی معیت میں روانہ فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَنْفِذُوْا جَیْشَ اُسَامَۃَ!'' ترجمہ:.... ''اُسامہ کے لشکر کو بھیجو!''

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رُخصت ہوکر مقامِ جرف میں خیمہ زن ہوئے تاکہ وہاں سارا لشکر جمع ہوسکے، اور یہ جگہ جبلِ اُحد کے پیچھے غابہ سے ورے مدینہ سے تین میل دُور تھی، جب ان حضرات کو اِطلاع ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض نازک صورت اختیار کرگیا ہے تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم اور کچھ دیگر حضرات مدینہ طیبہ واپس آگئے، ۱۲ ربیع الاوّل بروز سوموار حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سفرِ جہاد کے لئے کوچ کیا چاہتے تھے کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ آخرت کی اطلاع آئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ! اس لئے وہ اپنے تمام رُفقاء سمیت مدینہ لوٹ گئے۔

پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے لشکرِ اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا حکم فرمایا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اس کا بہت ہی اہتمام فرمایا تھا۔

چنانچہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ تین ہزار کا لشکر لے کر موضع جرف سے یکم ربیع الآخر ۱۱ھ کو روانہ ہوئے، لشکر میں سات سو قریشی حضرات شامل تھے اور لشکر کے پاس ایک ہزار گھوڑے تھے، یہ حضرات منزل بہ منزل چلتے ہوئے اُبنیٰ پہنچے، وہاں مشرکوں سے جنگ ہوئی اور ان میں سے جو لوگ مقابلے میں آئے انہیں قتل کیا، ان کے بیوی بچوں کو قید کیا، ان کے اموال کو غنیمت بنایا، اور ان کے گھربار اور کھیتوں اور باغات کو نذرِ آتش کردیا، اور اس مقابلے میں کسی ایک مسلمان کا بھی نقصان نہیں ہوا، چنانچہ حضرت اُسامہ سالم وغانم مدینہ واپس آگئے، اس وقت ان کا سن مبارک اُٹھارہ سال تھا، رضی اللہ عنہ۔

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعاون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

قیامِ پاکستان کے بعد جنوری ۱۹۴۹ء میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ایک مستقل جماعت ’’مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ جس نے اپنا سفر ستمبر ۱۹۵۴ء میں شروع کیا۔ یہ جماعت روزِ اول سے ہر قسم کے سیاسی مخمصوں، فروعی گروہ بندی اور فرقہ وارانہ چپقلش سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کا تحفظ، ناموس رسالت کا دفاع، ختم نبوت کے عقیدے کی بقا اور اس عقیدے پر حملہ آور فتنۂ قادیانیت کے ناسور کی جراحی میں مصروف عمل ہے۔ اس جماعت کے بانی و پہلے مرکزی امیر حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں اس کارواں نے اپنا سفر شروع کیا، وقتاً فوقتاً خدائی حکم کے تحت سالارِ کارواں آتے رہے۔ ایک کی رحلت کے بعد دوسرا قیادت سنبھالتا رہا، مگر لشکر کے علم کو سرنگوں نہ ہونے دیا، چنانچہ دوسرے امیر مرکزیہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی شعلہ جوالہ خطابت، تیسرے امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی بلندیٔ فکر اور اعلیٰ دماغی، چوتھے امیر مرکزیہ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کی مناظرانہ صلاحیت، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ کی ردِ قادیانیت پر ماہرانہ تدریس، پانچویں امیر مرکزیہ محدث العصر حضرت اقدس علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی اندرون و بیرون ملک رہبری و رہنمائی، چھٹے امیر مرکزیہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، ساتویں امیر مرکزیہ حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، آٹھویں امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ کی قیادت و سیادت میں اس کارواں نے اپنا ہر قدم کامیابی ہی کی جانب اٹھایا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

ختم نبوت کی پہلی تحریک ۱۹۵۳ء میں چلی، قائدین سے لے کر کارکنوں تک، کیا مرد و عورت اور بوڑھا و بچہ، بعضوں نے کال کوٹھریوں کی قید کاٹی، بعضوں نے ہاتھوں میں لگی ہتھکڑیوں کو چوما، پیروں میں پڑی بیڑیاں پہن کر شان سے چلے، اپنے جسموں سے رِستے خون کے قطروں کو جم کر سیاہ ہوتے دیکھا پھر رب تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسی سیاہی سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا وہ سویرا نکالا، جس کے بعد پاکستان کے آئین کی قبر میں قادیانی ناپاک مردہ گاڑ دیا گیا، مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، کفار کا منہ کالا ہوا۔ اسلام سربلند ہوا، کفر و زندقہ سرنگوں ٹھہرا۔ دوسری تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی اس

عظیم کامیابی کے بعد ۱۹۸۴ء میں تیسری فتح مسلمانوں کو ملی، جس کے نتیجے میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا اور قادیانیوں کو شعائر اسلام استعمال کرنے سے روکا گیا، قادیانی سانپوں کا سپیرا مرزا طاہر منہ چھپا کر لندن فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ پھر پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی بحالی ہو یا ۲۰۱۰ء میں تحریک ناموس رسالت، انتخابی فارم میں ختم نبوت کا حلف نامہ دوبارہ شامل کرنا ہو یا حج کے فارم میں حلف نامہ کی بحالی، اقتصادی کونسل سے متعصب قادیانی عاطف میاں کی برطرفی ہو یا پنجاب بھر میں نکاح ناموں میں ختم نبوت کے حلف نامے کی شمولیت، یہ سب کامیابیاں وکامرانیاں قادیانی فتنے کے خلاف امت مسلمہ کی متفقہ اور مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔

’’عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ درحقیقت اسلامیانِ پاکستان کے ایمانوں کی سرحدوں پر تعینات اس فوج کا نام ہے جو کسی مسلمان کے ایمان پر حملہ آور قادیانی حملے کو پسپا کرتی اور ناکام بناتی ہے۔ جیسے ہمارے وطن کی جغرافیائی سرحدوں پر تعینات فوج کی ضروریات پوری کرنا ہماری قومی ذمہ داری ہے، ایسے ہی ہماری نظریاتی سرحدوں کی محافظ جماعت کی ضروریات کا خیال رکھنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔ کیونکہ یہ خدامنش دیوانے سرکاری خزانوں کی نوازشات سے دور اور حکومتی اعزازات سے بے پرواصرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خاطر قربانیاں دیتے آرہے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ملک بھر میں بیسیوں دفاتر و مراکز اور مسجدیں و مدرسے قائم ہیں، جن میں پچاسوں مبلغین وعلماء کرام، اساتذہ ومشائخ اور سیکڑوں طلبہ و طالبات خدمت دین اور پڑھنے پڑھانے میں مصروف عمل ہیں۔ ہمارے مبلغین ملک بھر کے چپے چپے پر جا کر ختم نبوت کا پیغام پہنچاتے ہیں، چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کورس، علماء کرام کے لئے ایک سالہ ردِقادیانیت کورس، ملک بھر میں مختلف نوعیت کے کورسز، کوئز پروگرام اور تقریری مقابلے منعقد ہوتے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے، قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے والے نومسلموں کی کفالت، عدالتوں میں درج مقدمات کی پیروی، ہفت روزہ ختم نبوت کراچی اور ماہنامہ لولاک ملتان کے ذریعے قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم، دارالتصنیف و لائبریریوں کا قیام، پوری دنیا کے قادیانیوں کو دعوتِ اسلام، یہ اہم اور ضروری مقاصد ہیں جو اس جماعت کے تحت پورے کئے جارہے ہیں۔ ان کے تمام تر مصارف مسلمانوں کے عطیات، صدقات وزکوٰۃ وغیرہ سے پورے کئے جاتے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے موجودہ امیر مرکزیہ پیر طریقت حضرت اقدس مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی، نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد اور حضرت مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہم کی تمام مسلمانوں سے یہ اپیل ہے کہ رمضان المبارک خیر و برکت کا مہینا ہم پر سایہ فگن ہے، جس میں ہر نیکی کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اگر ہمارا مال اس ماہ رمضان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بیت المال کو اپنی زکوٰۃ و فطرہ، عطیات وصدقات کی صورت میں مضبوط کرے تو ان شاء اللہ! روزِ محشر ہم بھی خدامِ ختم نبوت کی صف میں شامل ہو کر خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق ٹھہریں گے۔ امید ہے کہ آپ اس اپیل پر بھرپور توجہ دیں گے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں گے! وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

زکوٰۃ.... دولت کی تقسیم کا انقلابی نظام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

زکوٰۃ کی فرضیت:

زکوٰۃ، اسلام کا اہم ترین رُکن ہے، قرآنِ کریم میں اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں بھی اس کی اہمیت وافادیت اور اس کے ادا نہ کرنے کے وبال کو بہت ہی نمایاں کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

"والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھٰذا ما کنزتم لأنفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔" (التوبہ:۳۴،۳۵)

ترجمہ:......"جو لوگ سونے اور چاندی کا ذخیرہ جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ جس دن ان سونے، چاندی کے خزانوں کو جہنم کی آگ میں تپا کر ان کے چہروں، ان کی پشتوں اور ان کے پہلوؤں کو داغا جائے گا، (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ تھا تمہارا مال جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، پس اپنے جمع کئے کی سزا چکھو۔"

حدیث میں ارشاد ہے کہ: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، ۱: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ۲: نماز قائم کرنا۔ ۳: زکوٰۃ ادا کرنا۔ ۴: بیت اللہ کا حج کرنا۔ ۵: رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: "جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی، اس نے اس کے شر کو دُور کردیا۔"

(رواہ البخاری ومسلم واللفظ لہ ج:۱ ص:۳۲)

"من ادّی زکوٰۃ مالہ فقد ذھب عنہ شرہ۔" (کنز العمال، حدیث:۱۵۷۷۸، مجمع الزوائد، ج:۳ ص:۶۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: "جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی تھی، اس سے تم سبکدوش ہوگئے۔"

(ترمذی، ج:۱ ص:۷۸، ابنِ ماجہ، ص:۱۲۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: "اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو، اپنے بیماروں کا صدقے سے علاج کرو، اور مصائب کے طوفانوں کا دُعا وتضرع سے مقابلہ کرو۔" (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ہے کہ: "جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت میں اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا، اور اس کی گردن سے لپٹ کر گلے کا طوق بن جائے گا۔" (سننِ نسائی، ج:۱ ص:۳۳۳، وسننِ ابنِ ماجہ، ص:۱۲۸، واللفظ لہ)

اس مضمون کی بہت سی احادیث ہیں، جن میں زکوٰۃ نہ دینے پر قیامت کے دن ہولناک سزاؤں کی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

زکوٰۃ کے فوائد:

حق تعالیٰ شانہ نے جتنے اَحکام اپنے بندوں کے لئے مقرّر فرمائے ہیں ان میں بے شمار حکمتیں ہیں جن کا انسانی عقل احاطہ نہیں کرسکتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا فریضہ عائد کرنے میں بھی بہت سی حکمتیں رکھی ہیں، اور سچی بات یہ ہے کہ یہ نظام ایسا پاکیزہ ومقدس اور اتنا اعلیٰ وارفع ہے کہ انسانی عقل اس کی بلندیوں تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہے، یہاں چند عام فہم فوائد کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔

۱:......آج پوری دُنیا میں سوشلزم کی بات ہورہی ہے، جس میں غریبوں کی فلاح وبہبود کا نعرہ لگا کر انہیں متمول طبقے کے خلاف اُکسایا جاتا ہے، اس تحریک سے غریبوں کا بھلا کہاں تک ہوتا ہے؟ یہ ایک مستقل موضوع ہے، مگر یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امیر وغریب کی یہ جنگ صرف اس لئے پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے متمول طبقے کے ذمہ پسماندہ طبقے کے جو حقوق عائد کئے تھے ان سے انہوں نے پہلوتہی کی، اگر پورے ملک کی دولت کا چالیسواں حصہ ضرورت مندوں میں تقسیم کردیا جائے اور یہ عمل ایک وقتی سی چیز نہ رہے، بلکہ ایک

مسلسل عمل کی شکل اختیار کرلے، اور امیر طبقہ کسی ترغیب وتحریص اور کسی جبر واکراہ کے بغیر ہمیشہ یہ فریضہ ادا کرتا رہے اور پھر اس رقم کی منصفانہ تقسیم مسلسل ہوتی رہے تو کچھ عرصے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ غرباء کو امیروں سے شکایت ہی نہیں رہے گی، اور امیر وغریب کی جس جنگ سے دُنیا جہنم کدہ بنی ہوئی ہے، وہ اس نظام کی بدولت راحت وسکون کی جنت بن جائے گی۔

میں صرف پاکستان کی ملتِ اسلامیہ سے نہیں، بلکہ دُنیا بھر کے انسانوں اور معاشروں سے کہتا ہوں کہ وہ اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کو نافذ کرکے اس کی برکات کا مشاہدہ کریں اور سرمایہ دار ملکوں کی جتنی دولت کمیونزم کا مقابلہ کرنے پر صَرف ہو رہی ہے وہ بھی اسی مد میں شامل کرلیں۔

۲:...... مال و دولت کی حیثیت انسانی معیشت میں وہی ہے جو خون کی بدن میں ہے، اگر خون کی گردش میں فتور آجائے تو انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات دِل کا دورہ پڑنے سے انسان کی اچانک موت واقع ہوجاتی ہے۔ٹھیک اسی طرح اگر دولت کی گردش منصفانہ نہ ہو، تو معاشرے کی زندگی خطرے میں ہوتی ہے، اور کسی وقت بھی حرکتِ قلب بند ہوجانے کا خوف طاری رہتا ہے۔حق تعالیٰ نے دولت کی منصفانہ تقسیم اور عادلانہ گردش کے لئے جہاں اور بہت سی تدبیریں ارشاد فرمائی ہیں، ان میں سے ایک زکوٰۃ وصدقات کا نظام بھی ہے، اور جب تک یہ نظام صحیح طور پر نافذ نہ ہو اور معاشرہ اس نظام کو پورے طور پر ہضم نہ کرلے تب تک نہ دولت کی منصفانہ گردش کا تصوّر کیا جاسکتا ہے، اور نہ معاشرہ اختلال وزوال سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

۳:...... پورے معاشرے کو ایک اکائی تصوّر کیجئے، اور معاشرے کے افراد کو اس کے اعضاء سمجھئے، آپ جانتے ہیں کہ کسی حادثے یا صدمے سے کسی عضو میں خون جمع ہوکر منجمد ہوجائے تو وہ گل سڑکر پھوڑے پھنسی کی شکل میں پیپ بن کر بہ نکلتا ہے۔اسی طرح جب معاشرے کے اعضاء میں ضرورت سے زیادہ خون جمع ہوجاتا ہے تو وہ بھی سڑنے لگتا ہے، اور پھر کبھی تعیش پسندی اور فضول خرچی کی شکل میں نکلتا ہے، کبھی عدالتوں اور وکیلوں کے چکر میں ضائع ہوتا ہے، کبھی بیماریوں اور اسپتالوں میں لگتا ہے، کبھی اُونچی اُونچی بلڈنگوں اور محلات کی تعمیرات میں برباد ہوجاتا ہے (اور اس بربادی کا احساس آدمی کو اس وقت ہوتا ہے جب اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوجاتے ہیں اور اسے بیک بینی و دوگوش یہاں سے باہر نکال دیا جاتا ہے)۔

قدرت نے زکوٰۃ وصدقات کے ذریعہ ان پھوڑے پھنسیوں کا علاج تجویز کیا ہے، جو دولت کے انجماد کی بدولت معاشرے کے جسم پر نکل آتی ہیں۔

۴:...... اپنے بنی نوع سے ہمدردی، انسانیت کا عمدہ ترین وصف ہے، جس شخص کا دِل اپنے جیسے انسانوں کی بے چارگی، غربت وافلاس، بھوک، فقر وفاقہ اور تنگ دستی وزبوں حالی دیکھ کر نہیں پسیجتا، وہ انسان نہیں جانور ہے، اور چونکہ ایسے موقعوں پر شیطان اور نفس، انسان کو انسانی ہمدردی میں اپنا کردار ادا کرنے سے باز رکھتے ہیں، اس لئے بہت کم آدمی اس کا حوصلہ کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کمزور بندوں کی مدد کے لئے امیر لوگوں کے ذمہ یہ فریضہ عائد کردیا ہے، تاکہ اس فریضہ خداوندی کے سامنے وہ کسی نادان دوست کے مشورے پر عمل نہ کریں۔

۵:...... مال، جہاں انسانی معیشت کی بنیاد ہے، وہاں انسانی اخلاق کے بنانے اور بگاڑنے میں بھی اس کو گہرا دخل ہے، بعض دفعہ مال کا نہ ہونا انسان کو غیرانسانی حرکات پر آمادہ کردیتا ہے، اور وہ معاشرے کی ناانصافی کو دیکھ کر معاشرتی سکون کو غارت کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔

بعض اوقات وہ چوری، ڈکیتی، سٹہ اور جوا جیسی قبیح حرکات شروع کردیتا ہے، کبھی غربت و افلاس کے ہاتھوں تنگ آکر وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھولینے کا فیصلہ کرلیتا ہے، کبھی وہ پیٹ کا جہنم بھرنے کے لئے اپنی عزّت وعصمت کو نیلام کرتا ہے، اور کبھی فقر وفاقہ کا مداوا ڈھونڈنے کے لئے اپنے دین وایمان کا سودا کرتا ہے، اسی بنا پر ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

”کاد الفقر أن یکون کفرًا۔“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ ص:۴۲۹)

یعنی ”فقر وفاقہ آدمی کو قریب قریب کفر تک پہنچادیتا ہے۔“ اور فقر وفاقہ میں اپنے منعمِ حقیقی کی ناشکری کرنا تو ایک عام بات ہے۔

یہ تمام غیرانسانی حرکات، معاشرے میں فقر و فاقہ سے جنم لیتی ہیں، اور بعض اوقات گھرانوں کے گھرانوں کو برباد کرکے رکھ دیتی ہیں، ان کا مداوا ڈھونڈنا معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری ہے، اور صدقات وزکوٰۃ کے ذریعے خالقِ کائنات نے ان بُرائیوں کا سدِ باب بھی فرمایا ہے۔

۶:...... اس کے برعکس بعض اخلاقی خرابیاں وہ ہیں جو مال ودولت کے افراط سے جنم لیتی ہیں، امیر زادوں کو جو جو چونچلے سوجھتے ہیں،

اور جس قسم کی غیر انسانی حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں، انہیں بیان کرنے کی حاجت نہیں، صدقات و زکوٰۃ کے ذریعے حق تعالیٰ نے مال و دولت سے پیدا ہونے والی اخلاقی برائیوں کا بھی انسداد فرمایا ہے، تاکہ ان لوگوں کو غرباء کی ضروریات کا بھی احساس رہے اور غرباء کی حالت ان کے لئے تازیانۂ عبرت بھی ہے۔

۷:......زکوٰۃ وصدقات کے نظام میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے وہ مصائب و آفات ٹل جاتی ہیں جو انسان پر نازل ہوتی رہتی ہیں، اسی بنا پر بہت سی احادیثِ شریفہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ صدقہ سے رَدِّ بلا ہوتا ہے، اور انسان کی جان و مال آفات سے محفوظ رہتی ہے۔

عام لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی شخص بیمار پڑ جائے تو صدقے کا بکرا ذبح کر دیتے ہیں، وہ مسکین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید بکرے کی جان کی قربانی دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی، ان لوگوں نے صدقے کے مفہوم کو نہیں سمجھا، صدقہ صرف بکرا ذبح کر دینے کا نام نہیں، بلکہ اپنے پاک مال سے کچھ حصہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی ضرورت مند کے حوالے کر دینے کا نام ہے، جس میں ریا و تکبر اور فخر و مباہات کی کوئی آلائش نہ ہو، اس لئے جب کوئی آفت پیش آئے، صدقے سے اس کا علاج کرنا چاہئے، آپ جتنی ہمت و استطاعت رکھتے ہیں تو بازار سے اس کی قیمت معلوم کر کے اتنی قیمت کسی محتاج کو دے دیجئے، یا بکرا ہی خرید کر کسی کو صدقہ کر دیجئے، الغرض بکرے کو ذبح کرنے کو رَدِّ بلا میں کوئی دخل نہیں، بلکہ بلا تو صدقے سے ٹلتی ہے، اس لئے صرف شدید بیماری نہیں، بلکہ ہر آفت و مصیبت میں صدقہ کرنا چاہئے، بلکہ آفتوں اور مصیبتوں کے نازل ہونے سے پہلے صدقے سے ان کا تدارک ہونا چاہئے، ہمارا متمول طبقہ جس قدر دولت میں کھیلتا ہے، بدقسمتی سے آفات و مصائب کا شکار بھی اسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔

اس کا سبب بھی یہی ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کرتے، اور جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے، اتنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

۸:......زکوٰۃ وصدقات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے مال و دولت میں برکت ہوتی ہے، اور زکوٰۃ وصدقات میں بخل کرنا آسمانی برکتوں کے دروازے بند کر دیتا ہے، حدیث میں ہے کہ:

”جو قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر قحط اور خشک سالی مسلط کر دیتا ہے، اور آسمان سے بارش بند ہو جاتی ہے۔“ (طبرانی، حاکم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ چار چیزوں کا نتیجہ چار چیزوں کی شکل میں ہوتا ہے:

۱:- جب کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اس پر دُشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

۲:- جب وہ ما انزل اللہ کے خلاف فیصلے کرتی ہے، تو قتل و خونریزی اور موت عام ہو جاتی ہے۔

۳:- جب کوئی قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے تو ان سے بارش روک لی جاتی ہے۔

۴:- جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے اور قوم پر قحط مسلط ہو جاتا ہے۔ (طبرانی)

خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا تجویز فرمودہ نظامِ زکوٰۃ و صدقات انقلابی نظام ہے، جس سے معاشرے کو راحت و سکون کی زندگی نصیب ہو سکتی ہے، اور اس سے انحراف کا نتیجہ معاشرے کے افراد کی بے چینی و بے اطمینانی کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔

۹:......یہ تمام اُمور تو وہ تھے جن کا تعلق دُنیا کی اسی زندگی سے ہے، لیکن ایک مؤمن جو سچے دِل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو، یہ دُنیوی زندگی ہی اس کا منتہائے نظر نہیں، بلکہ اس کی زندگی کی ساری تگ و دو آخرت کی زندگی کے لئے ہے، وہ اس دارِ فانی کی محنت سے اپنا آخرت کا گھر سجانا چاہتا ہے، وہ اس تھوڑی سی چند روزہ زندگی سے آخرت کی دائمی زندگی کی راحت و سکون کا متلاشی ہے۔ عام انسانوں کی نظر صرف اس دُنیا تک محدود ہے، اور وہ جو کچھ کرتے ہیں صرف اسی دُنیا کی فلاح و بہبود کے لئے کرتے ہیں، جس منصوبے کی تشکیل کرتے ہیں، محض اس زندگی کے خاکوں اور نقشوں کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے صدقات و زکوٰۃ کے ذریعہ اہلِ ایمان کو آخرت کے بینک میں اپنی دولت منتقل کرنے کا گر بتایا ہے، زکوٰۃ وصدقات کی شکل میں جو رقم دی جاتی ہے وہ براہِ راست آخرت کے بینک میں جمع ہوتی ہے، اور یہ آدمی کو اس دن کام آئے گی جب وہ خالی ہاتھ یہاں کی چیزیں یہیں چھوڑ کر رُخصت ہوگا: ”سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا“

اس لئے بہت ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی دولت یہاں سے وہاں منتقل کرنے میں پیش قدمی کرتے ہیں۔

۱۰:......انسان دُنیا میں آتا ہے تو بہت سے تعلقات اس کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، ماں

باپ کا رشتہ، بہن بھائیوں کا رشتہ، عزیز واقارب کا رشتہ، اہل وعیال کا رشتہ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن مؤمن کا ایک رشتہ اپنے خالق ومحسن اور محبوبِ حقیقی سے بھی ہے، اور یہ رشتہ تمام رشتوں سے مضبوط بھی ہے اور پائیدار بھی، دُوسرے سارے رشتے توڑے بھی جاسکتے ہیں اور جوڑے بھی جاسکتے ہیں، مگر یہ رشتہ کسی لمحے نہ توڑا جاسکتا ہے نہ اس کا چھوڑنا ممکن ہے، یہ دُنیا میں بھی قائم ہے، نزع کے وقت بھی رہے گا، قبر کی تاریک کوٹھری میں بھی رہے گا، میدانِ محشر میں بھی اور جنت میں بھی، جوں جوں زندگی کے دور گزرتے اور بدلتے رہیں گے، یہ رشتہ قوی سے قوی تر ہوتا جائے گا، اور اس کی ضرورت کا احساس بھی سب رشتوں پر غالب آتا جائے گا۔ اس رشتے کی راہ میں سب سے بڑھ کر انسان کی نفسانی خواہشات حائل ہوتی ہیں، اور ان خواہشات کی بجا آوری کا سب سے بڑا ذریعہ مال ہے، زکوٰۃ وصدقات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کی خواہشات کو کم سے کم کرنا چاہتے ہیں، اور بندے کا جو رشتہ اس کے ساتھ ہے اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانا چاہتے ہیں، اس لئے جو صدقہ کسی فقیر ومسکین کو دیا جاتا ہے، وہ دراصل اس کو نہیں دیا جاتا، بلکہ یہ اپنی مالی قربانی کا حقیر سا نذرانہ ہے، جو بندے کی طرف سے محبوبِ حقیقی کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دستِ رضا سے قبول فرماتے ہیں اور پھر اس کی پرورش فرماتے رہتے ہیں، قیامت کے دن وہ صدقہ رائی سے پہاڑ بنا کر بندے کو واپس کردیا جائے گا۔ پس حیف ہے! ہم بارگاہِ ربّ العزّت میں اتنی معمولی سی قربانی پیش کرنے سے بھی ہچکچائیں اور حق تعالیٰ شانہ کی بے پایاں عنایتوں اور رحمتوں سے خود کو محروم رکھیں۔

زکوٰۃ ٹیکس نہیں:

اُوپر کی سطور سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوگئی کہ زکوٰۃ ٹیکس نہیں، بلکہ ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے، بعض لوگوں کے ذہن میں زکوٰۃ کا ایک نہایت گھٹیا تصوّر ہے، وہ اس کو حکومت کا ٹیکس سمجھتے ہیں، جس طرح کہ تمام حکومتوں میں مختلف قسم کے ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں، حالانکہ زکوٰۃ کسی حکومت کا عائدہ ٹیکس نہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت کی ضروریات کے لئے اس کو عائد کیا ہے، بلکہ حدیث میں صاف طور پر ارشاد ہے کہ زکوٰۃ مسلمانوں کے متمول طبقے سے لے کر ان کے تنگ دستوں کو لوٹادی جائے گی۔

اسی طرح یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ زکوٰۃ دینے والے فقراء ومساکین پر کوئی احسان کرتے ہیں، ہرگز نہیں! بلکہ خود فقراء ومساکین کا مالداروں پر احسان ہے کہ ان کے ذریعے سے ان لوگوں کی رُقوم خدائی بینک میں جمع ہورہی ہیں، اگر آپ کسی کو بینک میں جمع کرانے کے لئے کوئی رقم سپرد کرتے ہیں تو کیا آپ اس پر احسان کررہے ہیں؟ اگر یہ احسان نہیں تو غرباء کو زکوٰۃ دینا بھی ان پر احسان نہیں!

پہلی اُمتوں میں جو مال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانے کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، اس کا استعمال کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں تھا، بلکہ وہ سوختنی قربانی کہلاتی تھی، اسے قربان گاہ میں رکھ دیا جاتا تھا، اب اگر آسمان سے آگ آکر اسے راکھ کرجاتی تو یہ قربانی کے قبول ہونے کی علامت تھی، اور اگر وہ چیز اسی طرح پڑی رہتی تو اس کے مرْدود ہونے کی نشانی تھی۔ حق تعالیٰ نے اس اُمتِ مرحومہ پر یہ خاص عنایت فرمائی ہے کہ اُمراء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ جو چیز حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنا چاہیں اسے ان کے فلاں فلاں بندوں (فقراء ومساکین) کے حوالے کردیں۔ اس عظیم الشان رحمت کے ذریعہ ایک طرف فقراء کی حاجات کا انتظام کردیا گیا اور دُوسری طرف اس اُمتِ مرحومہ کے لوگوں کو رُسوائی اور ذِلت سے بچالیا گیا، اب خدا ہی جانتا ہے کہ کون پاک مال سے صدقہ کرتا ہے؟ اور کون ناپاک مال سے؟ کون ایسا ہے جو محض رضائے الٰہی کے لئے دیتا ہے؟ اور کون ہے جو نام ونمود اور شہرت وریا کے لئے؟ الغرض زکوٰۃ ٹیکس نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسے قرضِ حسن فرمایا ہے: ’’کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے؟ پس وہ اس کے لئے اس کو کئی گنا بڑھادے۔‘‘ (البقرہ)

یہاں صدقات کو ’’قرضِ حسن‘‘ سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ جس طرح قرض واجب الادا ہے، اسی طرح صدقہ کرنے والوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ ان کا یہ صدقہ بھی ہزاروں برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ انہیں واپس کردیا جائے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ کو کسی کی احتیاج ہے، یہی وجہ ہے کہ صدقہ فقیر کے ہاتھوں میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے، اور فقیر گویا اس دینے والے سے وصول نہیں کررہا، بلکہ یہ اس کی طرف سے دیا جارہا ہے جو سب کا داتا ہے۔

☆☆ .... ☆☆

انعاماتِ الٰہیہ کی بارش

حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ

یوں تو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کو بے شمار اِنعامات سے نوازا ہے، مگر اُمتِ مسلمہ کو بطور خاص سب سے زیادہ اِنعاماتِ الٰہیہ کا مورد بنایا، بلکہ یوں کہیے! کہ اس اُمت پر اِنعامات کی بارش فرمائی ہے، مثلاً:

۱:- اس اُمت کو اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے اعلیٰ، اجمل، اکمل، افضل، اشرف اور برتر نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا، جن کو تمام انبیاء کی امامت، قیادت، سیادت اور ختم نبوّت کے اعلیٰ ترین اعزاز سے سرفراز فرمایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قیامت کے دن: ''یَا رَبِ اُمّتِیْ! یَا رَبِ اُمّتِیْ!'' پکارتے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو سب سے پہلے شفاعت کی اجازت ملے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شفاعت سے حساب و کتاب شروع ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اُمتِ مسلمہ جنت میں جائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو لوائے حمد عطا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حوضِ کوثر سے نوازا جائے گا۔

۲:- اس اُمت کو تمام آسمانی کتابوں سے اعلیٰ و افضل کتاب قرآنِ کریم عطا فرمائی گئی، جس کو تمام آسمانی کتابوں اور شریعتوں کے لیے ناسخ قرار دیا گیا، اسے قیامت تک باقی رہنے کا اعزاز بخشا گیا، جس کو فنا اور نسخ سے محفوظ فرمایا گیا، سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے کلامُ اللہ کے شرف و اعزاز سے مشرف فرمایا گیا، جس کی حفاظت و صیانت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے لیا گیا، جس کو کسی قسم کی تحریف و تبدیلی سے محفوظ فرمادیا گیا، جس کی تلاوت کو ذاتِ باری تعالیٰ سے ہم کلامی قرار دیا گیا، جس کی تلاوت کے ایک ایک حرف پر دس سے سات سو نیکیوں تک کا وعدہ فرمایا گیا، اور یہ اعزاز بخشا گیا کہ قرآن مجید جس کے بارے میں شفاعت کرے گا، اس کی شفاعت رَدّ نہیں کی جائے گی، اس کو یاد کرکے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننے والے کو سب سے اُونچا مقام عطا کیا جائے گا، حافظِ قرآن کے والدین کی تاج پوشی کا وعدہ فرمایا گیا اور حافظِ قرآن کے لیے ایسے دس آدمیوں کے حق میں شفاعت قبول کرنے کا وعدہ فرمایا گیا، جن کے لیے جہنم واجب ہوچکی ہوگی۔

۳:- اس اُمت کو ایسا قبلہ عطا فرمایا گیا، جس کو رُوئے زمین پر سب سے پہلے نمودار ہونے کا شرف حاصل ہوا، جس کو لوگوں کی ہدایت و برکت کا اعزاز حاصل ہوا، جس کی بقا سے عالمِ دُنیا کی بقا اور جس کی تخریب سے کائنات کی تخریب کو وابستہ فرمایا گیا، جس کو بیت اللہ سے تعبیر فرمایا گیا، جس کی چوکھٹ کو رَبّ العالمین کی چوکھٹ سے تعبیر کیا گیا، جس میں نصب حجرِ اَسوَد کو گناہ گاروں کے گناہ چوسنے کی صلاحیت دی گئی، جس کی ایک نماز اور ایک نیکی کو دُوسری جگہوں کی نسبت ایک لاکھ کے برابر قرار دیا گیا، اور جس کو ایسی محبوبیت عطا فرمائی گئی کہ دُنیا کے کونے کونے سے لوگ کشاں کشاں اس کی طرف چلے آتے ہیں مگر اس کی محبوبیت میں کمی نہیں آتی۔

۴:- اس اُمت کو حج جیسی عظیم عبادت سے نوازا گیا، جس کے قدم قدم پر حاجی کے لیے انعامات کی بارش اور ملائکہ کے استقبال کی خوشخبری دی گئی، حجاج کو ''ضیوف الرحمٰن'' اور ''اِلٰہی مہمان'' کے اعزاز سے نوازا گیا، اور فرمایا گیا کہ: ''جس نے آداب و شرائط کے ساتھ حج کرلیا، اس کو تمام گناہوں سے ایسا پاک و صاف کردیا جائے گا، جیسے آج ہی وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا!'' نیز اس اُمت کو حج کے علاوہ عام دنوں میں عمرے کی عبادت سے بھی سرفراز فرمایا گیا، اور اُسے ''حجِ اصغر'' قرار دیا گیا۔

۵:- اس اُمت کے لیے پوری زمین کو مسجد اور نماز پڑھنے کی جگہ قرار دیا گیا اور اس اُمت کے لیے مٹی کو پاک کرنے یعنی تیمم کا ذریعہ بنایا گیا۔

۶:- اس اُمت پر سب سے بڑا اِنعام یہ کیا گیا کہ اس کے عمل کے دورانیہ کو کم اور اجر و ثواب کو زیادہ کردیا گیا۔

۷:۔اسی طرح اس اُمت کو یہ اعزاز عطا فرمایا گیا کہ جنت میں جانے والوں میں سب سے زیادہ اس کی تعداد ہوگی، چنانچہ فرمایا گیا: ’’جنت کی ایک سو بیس صفوں میں سے اَسّی صفیں اُمتِ محمدیہ کی ہوں گی۔‘‘

۸:۔ اس اُمت کو سب سے بڑا اِمتیاز و اِختصاص یہ عطا کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کو قربِ قیامت میں نازل فرما کر شریعتِ محمدیہ کی تعلیم وترویج کے لیے منتخب فرمایا گیا، اور باوجود نبی ہونے کے انہیں اس اُمت کے شانہ بشانہ عیسائیت ویہودیت کے قلع قمع کے لیے نامزد فرمایا گیا، اور پوری دُنیا میں اسلام کا پھریرا لہرانے کا کام ان کے سپرد کیا گیا۔

۹:۔ اس اُمت کو رمضان المبارک جیسا بابرکت مہینہ عطا فرمایا گیا، جس میں فرائض کا ثواب ستر گنا اور نوافل کا ثواب فرائض کے برابر قرار دیا گیا، جسے نزولِ قرآن کے شرف سے مشرف فرمایا گیا، جس کا ایک ایک لمحہ کبریتِ اَحمر قرار دیا گیا، جس میں جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جانے اور جہنم کے بند کردیئے جانے کا مژدہ سنایا گیا، جس میں سرکش شیاطین کے قید کردیئے جانے کی خوشخبری سنائی گئی، جس کے لیے سارا سال جنت سجائے جانے کی نوید سنائی گئی، اور اُسے یہ اعزاز دیا گیا کہ بارگاہِ اِلٰہی میں اس کی شفاعت رَدّ نہیں کی جائے گی۔

۱۰:۔اس اُمت کو روزہ جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا گیا، جس کی جزا اور بدلہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے اور اپنی شان کے شایانِ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا، جس کی برکت سے روزہ دار کے منہ کی بو کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک وعنبر سے زیادہ محبوب قرار دیا گیا، جس کو گناہوں سے بچاؤ کے لیے ڈھال قرار دیا گیا، اور جس کی برکت سے روزہ دار کو دوخوشیوں کا وعدہ دیا گیا: ایک اِفطار کے وقت اور ایک اللہ سے ملاقات کے وقت۔ اور روزہ داروں کے جنت میں داخلہ کے لیے ایک مستقل دروازہ ’’بابِ رَیّان‘‘ کے نام سے متعین کیا گیا۔

۱۱:۔ اس اُمت کو شبِ قدر یعنی ’’لیلۃ القدر‘‘ جیسی عظیم اور بابرکت رات دی گئی، جس کی ایک رات کی عبادت کو دُوسرے دنوں کی ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا، جس میں ایمان وثواب حاصل کرنے کی غرض سے عبادت پر اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا مژدہ سنایا گیا، جس کی برکتوں سے محروم کو تمام خیروں سے محروم اور اس کی برکتوں سے بہرہ ور کو تمام برکتوں کا حامل قرار دیا گیا۔

۱۲:۔ اس اُمت کو اِعتکاف کی دولت عطا فرمائی گئی، جس میں بندے کو اپنے رَبّ کی چوکھٹ سے چمٹ کر مانگنے کی راہ دکھائی گئی، اور جب تک گناہ معاف نہ ہوں، اس وقت تک اس دَر کو نہ چھوڑنے کا سلیقہ سکھایا گیا، اور ایک دن کے اِعتکاف پر معتکف اور جہنم کے درمیان ایسی تین خندقیں حائل ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے ہر ایک کی چوڑائی زمین وآسمان سے زیادہ ہے۔

غرض اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کے کس کس انعام کا ذِکر کیا جائے؟ اور کس کس پر کیسے شکر اَدا کیا جائے؟ بلاشبہ ان انعامات کا شمار واِحصاء اور شکر وتشکر اِنسانی قوت وطاقت سے باہر ہے، تاہم جتنا ہوسکے مسلمانوں کو اللہ کا شکر بجالانا چاہئے، اور اس کے شکر کی ایک ہی صورت ہے کہ اس ذاتِ بابرکات نے ہمیں جن اعمال، افعال، عبادات، اَحکام اور اَوامر کا حکم دیا ہے، ان پر جی جان سے جُت جانا چاہئے، اور جن سے روکا ہے ان سے رُک جانا چاہئے، اگر اس میں پھر بھی کچھ کمی کوتاہی رہ جائے۔۔۔ اور یقیناً رہ جائے گی۔۔۔تو اِن شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس کمی کوتاہی کو معاف فرمادیں گے۔

اس وقت چونکہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہم پر سایہ فگن ہے، اور اس میں روزہ، تراویح، قرآنِ کریم کی تلاوت، لیلۃ القدر اور اِعتکاف جیسی عظیم عبادتوں کا اِجتماع ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی عظمت، قدر ومنزلت روزے کی فضیلت وبرکت اور روزہ دار پر انعاماتِ اِلٰہیہ کی بارش سے متعلق چند مختصر معروضات پیش کردی جائیں، تاکہ مسلمان ان مقدس ساعات سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں اور اپنی عاقبت سنوار کر میدانِ حشر میں سرخرو ہوسکیں، چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

’’یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔‘‘ (البقرۃ:۱۸۳)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ حاصل کرسکو۔‘‘

لغت میں ’’صوم‘‘ کے معنی رُکنے کے آتے ہیں اور اِصطلاحِ شریعت میں کھانے، پینے اور میاں بیوی کے تعلق سے اِحتراز کو ’’روزہ‘‘ کہتے ہیں، لیکن علماء فرماتے ہیں کہ روزہ تین قسم کا ہوتا ہے: ایک عوام کا، دُوسرا خواص کا، اور تیسرا اخاص

الخاص کا۔

عوام کا روزہ تو یہ ہے کہ: پیٹ، شرم گاہ اور دُوسرے اعضاء کو شہوات سے روکا جائے۔

خواص کا روزہ یہ ہے کہ: کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکا جائے۔

اور خاص الخاص کا روزہ یہ ہے کہ: دِل کو بُرے کاموں کے قصد و ارادہ اور ماسوا اللہ سے روکا جائے۔

بہرحال جس آدمی سے جیسا بن پڑے، روزے کا اہتمام کرے، تاہم جس طرح ہم دُنیاوی معاملات میں مزید سے مزید اور بہتر سے بہتر کی تلاش کی کوشش وسعی کرتے ہیں اور کسی ایک درجہ ومقام پر قناعت نہیں کرتے، بلکہ مزید آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح روزے کی عبادت کی ادائیگی میں بھی بہتر سے بہتر کی کوشش کی جائے۔ اِن شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کسی کی کوشش وسعی کو ضائع نہیں فرمائیں گے، اس لیے ذیل میں روزے اور رمضان کے فضائل وآداب سے متعلق چند احادیثِ مبارکہ درج کی جاتی ہیں، مثلاً:

۱:۔ ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: للصائم فرحتان، فرحة عند فطرہ وفرحة عند لقاء ربہ۔“

(صحیح مسلم: ج:۱، ص:۳۶۳)

ترجمہ: ”روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک روزہ اِفطار کرتے وقت اور دُوسری جب روزہ دار اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔“

روزہ دار کی دو خوشیوں میں پہلی خوشی کا مفہوم تو واضح ہے کہ روزہ دار دِن بھر کی بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرکے جب شام کو اِفطار کرتا ہے تو اس کو ادائیگیٔ فرض کی خوشی کے علاوہ کھانے پینے کی لذت کی بھی خوشی ہوتی ہے، لیکن اس کے علاوہ ایک یہ مفہوم بھی ہے کہ روزہ دار اِفطار کے وقت جو جائز دُعا مانگے وہ قبول ہوتی ہے، اس میں قبولیتِ دُعا یا حصولِ مقصد کی خوشی بھی مراد ہے۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت اس کو کون سی خوشی نصیب ہوگی؟ تو سب جانتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ چونکہ دُنیا میں میرے بندے نے خالص میرے لیے اور میری رضا کے لیے روزہ رکھا تھا، تو آج میں خود اس کا بدلہ دے کر اس کو راضی کردوں گا۔ بتلایا جائے اس موقع پر روزہ دار کو کس قدر خوشی ہوگی۔۔۔؟

چنانچہ امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ارشادِ الٰہی:

”كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيْئاً بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ۔“ (الحاقۃ:۲۴)

ترجمہ: ”کھاؤ اور پیو رَچ کر، بدلہ اس کا جو آگے بھیج چکے ہو تم پہلے دنوں میں۔“

سے رمضان اور روزوں کے دن مراد ہیں کہ ان دنوں میں چونکہ روزہ داروں نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں کھانا، پینا چھوڑا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو مخاطب کرکے فرمائیں گے کہ آج جنت میں خوب رچتا پچتا کھاؤ پیو، کیونکہ تم نے گزشتہ دنوں میں رمضان اور روزے کے احترام اور میرے حکم کی تعمیل میں کھانا پینا چھوڑا تھا۔

۲:۔ ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اعطیت امتی خمس خصال فی رمضان، لم تعطهن امة قبلهم: خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک، وتستغفر لهم الحیتان حتّٰی یفطروا، ویزین اللہ عزوجل کل یوم جنته، ثم یقول یوشک عبادی الصالحون ان یلقوا عنهم المؤنة ویصیروا الیک وتصفد فیه، مردة الشیاطین فلا یخلصوا فیه، الی ما کانو یخلصون الیه فی غیرہ، ویغفر لهم فی آخر لیلة، قیل یا رسول اللہ! اهی لیلة القدر؟ قال: لا، ولکن العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عمله۔“

(ترغیب ج:۲ ص:۵۵، ۵۶)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملی ہیں:

۱:.... وہ یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲:.... یہ کہ ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دُعا کرتی ہیں اور اِفطار کے وقت تک دُعا کرتی رہتی ہیں۔

۳:.... جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دُنیا کی) مشقتیں اپنے اُوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔

۴:.... اس میں سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان بُرائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے، جن کی طرف غیر رمضان میں

پہنچ سکتے ہیں۔

۵:.... رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ: یہ شبِ مغفرت، شبِ قدر ہے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دی جاتی ہے۔“

۳:۔”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاثة لا ترد دعوتهم: الصائم حتّٰی یفطر، والإمام العادل ودعوة المظلوم“ (ترغیب،ج:۲،ص:۶۳)

ترجمہ:”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دُعا رَدّ نہیں ہوتی: ایک روزہ دار کی اِفطار کے وقت، دُوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی۔“

۴:۔”عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ تبارک و تعالیٰ عتقاء فی کل یوم ولیلة یعنی فی رمضان، وان لکل مسلم فی کل یوم ولیلة دعوة مستجابة۔“

(ترغیب،ج:۲،ص:۶۳)

ترجمہ:”حضرت ابوسعید خدریؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لیے شب و روز میں ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔“

اور اب سب سے آخر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل اور جامع ارشاد ملاحظہ ہو:

”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ: تمہارے اُوپر ایک مہینہ آرہا ہے، جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے (شبِ قدر)، جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو یعنی تراویح کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص اس مہینے میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے، ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے، اس مہینے میں مومن کا رِزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ اِفطار کرائے اس کے لیے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کی مانند اس کو ثواب ہوگا، مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ وہ روزہ اِفطار کرائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہ کھجور سے کوئی اِفطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے، یا ایک گھونٹ لسی پلادے، اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے، اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے، جو شخص اس مہینے میں ہلکا کردے اپنے غلام (خادم) کے بوجھ کو، حق تعالیٰ شانہ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں، اور آگ سے آزادی فرمادیتے ہیں۔ اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو، جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رَبّ کو راضی کرو، وہ کلمہ طیبہ اور اِستغفار کی کثرت ہے۔ اور دُوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے، حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میرے حوضِ کوثر سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے، جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اس کو پیاس نہیں لگے گی۔“

(ترغیب،ج:۲،ص:۵۷)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان اور روزے کی ان برکتوں سے سرفراز ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بلاشبہ اگر آدمی قصد و تہیہ کرلے تو بڑے سے بڑا کام بھی اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے، جب کہ یہ تو کوئی مشکل بھی نہیں، معمولی سی محنت سے اتنا بڑا اجر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

الغرض رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونا چاہئے اور روزوں کو اس اہتمام سے ادا کیا جائے جس اہتمام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے، تو اِن شاء اللہ! ایک رمضان کی قدر دانی پر ہی مغفرتِ اِلٰہی کا پروانہ مل جائے گا۔☆☆

استقبالِ رمضان

مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی، کراچی

چند دن بعد انشاء اللہ تعالیٰ ایک عظیم مہینہ رمضان المبارک اپنی تر رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ دوبارہ آرہا ہے۔

رمضان المبارک کی عظمت اور بڑائی کا ادراک جب تک نہیں ہوگا، اس وقت تک اس مہینے کی قدر و منزلت اور اہمیت دل میں نہیں آسکتی۔ رمضان المبارک وہ واحد مہینہ ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ کی رحمتِ خاصہ اپنے بندہ کو ڈھونڈتی ہے اور موسلادھار بارش کی طرح برستی ہے۔ ہر نیکی کی قدر و قیمت ستر گنا بڑھ جاتی ہے۔ نفلوں کو فرضوں کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ سحری اور افطاری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ رزق میں وسعت دی جاتی ہے۔ ہر لمحہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ روزہ دار کے لئے جنت میں روزانہ دسترخوان سجایا جاتا ہے۔ اعتکاف اور شبِ قدر جیسی فضیلت والی عبادات کے مواقع دیئے جاتے ہیں۔ تراویح اور روزوں جیسی بابرکت عبادات رمضان المبارک کی آمد سے نصیب ہوجاتی ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے، جو بہت عظمت والا مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے (شبِ قدر) جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام (تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص اس مہینہ میں فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے، اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا، اور روزہ دار کی مانند اس کو ثواب ہوگا، مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائے گا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلادے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے، اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے، جو شخص ہلکا کردے اپنے غلام و خادم کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہ اس کی مغفرت فرماتے ہیں، اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو، جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور جہنم سے پناہ مانگو، جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث قدسی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف دو بالشت چل کر آتا ہوں اور جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (مسلم شریف)

اس ماہِ مبارک میں ہر بندہ مومن کو درج ذیل امور کا اہتمام کرنا چاہیئے:

نیت عبادت: حق تعالیٰ شانہ نے بنی نوعِ انسان کو اپنی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ ''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون'' (جن وانس کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت ہے)۔ ماہِ رمضان نیکیاں کمانے کا موسم ہے۔ لہٰذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل شعبان میں ہی تمام عبادات کی نیت کرلی

جائے اور خوب اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی جائے کہ یارب کریم مجھے رمضان المبارک میں کمربستہ ہوکر اپنی عبادت اور بندگی کی توفیق عطا فرما۔

ترکِ معصیت: رمضان المبارک کے شروع ہونے سے قبل ہی گناہوں سے سچی توبہ کی جائے۔ ہمارا دل جو پورا سال معصیت، گناہ اور لہو ولعب کا عادی ہو چکا ہے، اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے۔ خاص کر موبائل جیسی ملعون لت اور عادت خبیثہ سے توبہ کی جائے۔ ورنہ رمضان المبارک میں سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ گویا کہ رمضان المبارک میں تمام اعضاء کا مکمل روزہ ہونا چاہئے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں سچی توبہ نصیب فرمائے۔

تعلق مع القرآن: پورا سال ہمارا غفلت میں گزر جاتا ہے۔ سستی، کاہلی اور غفلت کی وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام نہیں ہو پاتا۔ لہٰذا رمضان المبارک سے قبل ہی قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام شروع کردینا چاہئے تاکہ رمضان المبارک میں بھی تلاوت قرآن کی کماحقہ توفیق نصیب ہوسکے۔ اگرچہ یہ تلاوت کم ہی کیوں نہ ہو البتہ روزانہ ضرور اہتمام کیا جائے، جتنا وقت یا جتنی مقدار ہی میسر ہو۔

قیام اللیل: رمضان المبارک سے قبل ہی رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی عادت ہونی چاہئے۔ نماز تہجد کا اہتمام کرنا چاہئے۔ تہجد کی نماز پڑھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے خاص انعام کا وعدہ ہے۔

حقوق اللہ کی ادائیگی: حقوق اللہ کی ادائیگی جیسے پانچ وقتہ نماز، زکوٰۃ، صدقہ وخیرات کی ادائیگی میں اگر کوتاہی ہوئی ہو تو سچی توبہ کرکے پانچ وقت کی نماز کا اہتمام شروع کردینا چاہئے۔ حق تعالیٰ شانہ ہم سب کی غلطیوں سے درگزر کا معاملہ فرمائے۔ تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی کا اہتمام ہونا چاہئے۔

حقوق العباد کا اہتمام: حقوق العباد کے سلسلے میں جو کمی کوتاہی ہوئی ہو اس کا ازالہ کرے۔ رمضان المبارک شروع ہونے سے قبل ہی معافی تلافی کرلی جائے۔ اگر کسی کی تذلیل و تحقیر یا دل شکنی کی ہو تو اس کا ازالہ کرلیا جائے۔ اس لئے کہ رمضان المبارک مغفرت کا مہینہ ہے۔ البتہ قطع تعلقی کرنے والے، دل میں بغض اور کینہ رکھنے والے کی مغفرت نہیں ہوتی۔ لین دین کے معاملات کو بھی رمضان المبارک سے قبل ہی نمٹالینا چاہئے تاکہ تمام رمضان یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ گزار سکیں۔

گناہ کبیرہ سے توبہ: تمام گناہِ کبیرہ سے توبہ کرلینی چاہئے۔ پورا سال دوسروں کی غیبتوں، چغلخوری میں مبتلا رہے۔ اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی کرنے، بہتان لگانا، تکبر، غرور اور گھمنڈ کرنا ان تمام بیماریوں سے توبہ کرکے اپنی ذات کو صاف کرے، تاکہ رمضان المبارک کے انوارات کو صحیح معنوں میں سمیٹ سکیں۔

حلال وحرام کی تمیز: پورا سال اگر حلال اور حرام کی تمیز کئے بغیر گزارا ہو، رشوت لی ہو، سود کا کاروبار کیا ہو، جوا اور سٹا کھیلتا رہا ہوں، کسی کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہو۔ ان تمام چیزوں کو تہہ دل سے خیرباد کہہ دے۔ حلال روزی اور سچی زندگی گزارنے کا تہیہ کرے۔ ورنہ اگر حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر رمضان المبارک گزار دیا تو یہ بڑے ہی نقصان اور خسارے کی بات ہوگی۔ گھاٹے کا سودا ہوگا۔

ذکر و اذکار: رمضان المبارک سے قبل مسنون تسبیحات، ذکر و اذکار کا بھی اہتمام کرنا

مولانا امام الدین تبسم رحمۃ اللہ علیہ

مولانا امام الدین تبسمؒ ملتان شہر کے قریب بستی گھوٹہ کے رہائشی تھے۔ جہاں کے جامعہ عباسیہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹویؒ رہنے والے تھے جنہوں نے مقدمہ بہاولپور میں موثر کردار ادا کیا۔ جن کی دعوت پر امام العصر حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا ابوالوفا شاہ جہانپوریؒ، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بہاولپور تشریف لائے۔ مولانا امام الدین تبسمؒ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ لاری اڈا ملتان کی قریب انصار کالونی کی مدنی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حمد ونعت میں درک حاصل کیا۔ ۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو بہاولپور میں ختم نبوت کانفرنس میں جامع مسجد الصادق میں تشریف لے گئے۔ حمد ونعت سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ ساٹھ سال کے پیٹے میں ہوں گے کہ پیام اجل آن پہنچا۔ ۳۰/دسمبر ۲۰۲۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نماز جنازہ کی امامت آپ کے استاذ محترم، جامعہ خیرالمدارس کے استاذ حدیث وتفسیر حضرت مولانا محمد عابد مدنی مدظلہ نے فرمائی۔ جبکہ دوسری نماز جنازہ آپ کے آبائی علاقہ گھوٹہ میں آپ کے فرزند ارجمند مولانا محمد مبشر سلمہ کی امامت میں ادا کی گئی اور آپ کو گھوٹہ کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

چاہئے۔ جیسے درود شریف پڑھنا، کلمہ شریف کا ورد کرنا، استغفار کا اہتمام کرنا، سبحان اللہ اور الحمدللہ کا ورد کرنا۔

نفلی عبادات کا اہتمام: فرائض، واجبات اور سنن کے ساتھ نفلی عبادات کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ جیسے تہجد کی نماز، نماز اشراق، نماز چاشت اور اوابین کے نوافل کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

تقویٰ و پرہیز گاری: رمضان المبارک اللہ تعالیٰ شانہ نے تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے عنایت فرمایا ہے اور یہی رمضان المبارک کا مقصد ہے۔ لہٰذا اس مہینے سے قبل ہی تقویٰ کی زندگی کے حصول کے لئے سچی طلب پیدا کی جائے۔

نیکی کی جستجو: جب تک کسی انسان میں نیکی کی جستجو پیدا نہیں ہوتی۔ اس وقت تک انسان نیکی سے بھی محروم رہتا ہے۔ لہٰذا نیکی میں سبقت کرنے کی جستجو پیدا کرنی چاہئے۔ جیسے نماز باجماعت پڑھنا، تکبیر تحریمہ کا اہتمام کرنا، نوافل اور صدقہ کا اہتمام کرنا۔

شکر گزاری: رمضان المبارک کو حق تعالیٰ شانہ کا انعام اور احسان جانتے ہوئے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ادا کرتا رہے۔ ”لئن شکر تم لازیدنکم“ کا استحضار رکھے تاکہ زندگی کے قیمتی لمحات کی قدردانی ہوسکے۔

دعوت الی اللہ: رمضان المبارک چونکہ تعلق مع اللہ کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں بندوں کے دل نرم ہوچکے ہوتے ہیں۔ رجوع الی اللہ کا ایک عام ماحول بن چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان مبارک گھڑیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانے کی دعوت دی جائے۔ خاص کر اپنے متعلقین، رشتہ دار عزیز واقارب اور دوست احباب کو اللہ کی رحمت کے قصے سنائے جائیں۔ رحمتوں اور برکتوں کا خوب تذکرہ کیا تاکہ لوگوں کا رخ رحمت کی طرف ہوجائے۔

الغرض استقبال رمضان المبارک میں اپنی ذات، اپنے جسم اور قلب کو ہر طرح کی معصیت، لاابالی پن، غفلت سستی، کاہلی، غلاظت اور ناپاکی سے پاک کر کے حق تعالیٰ شانہ کے مہمان ”ماہِ رمضان“ کو خوش آمدید کہا جائے۔ جس طرح کہ مہمان کی مہمان نوازی کے لئے گھر بار حتیٰ کہ گلی کوچوں کو بھی صاف کیا جاتا ہے، اور بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کا اس کے شایانِ شان استقبال کرنے اور اپنے اندر خیر کی صفات پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆ .... ☆☆

قاری سعید احمد ثاقبؒ، لودھراں

قاری سعید الرحمٰن ثاقبؒ ۱۹۵۲ء میں تاجے والا جلالپور پیروالا ضلع ملتان میں پیدا ہوئے، حفظ اپنے علاقہ کے حافظ رحیم بخشؒ سے کیا۔ درس نظامی مدرسہ اشرف العلوم مدرسہ عزیز العلوم میں شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ، حضرت مولانا دوست محمد خلیفہ حضرت لاہوریؒ، مفسر القرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ مولانا مشتاق احمد، مولانا عبدالرحمٰن ماڑھا روہیلانوالی مظفر گڑھ اور اساتذۂ فنون وعلوم سے علم حاصل کیا۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں کیا۔ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز احمد خان صفدرؒ، مفسر القرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ جیسی عظیم شخصیات سے احادیث نبویہ کی تعلیم حاصل کی۔ ایک سال تبلیغی جماعت کے ساتھ اندرون ملک لگایا۔ مدرسہ سراج العلوم لودھراں، مدرسہ ضیاء العلوم جہانیاں کئی سال تک تدریس قرآن پاک بمع تجوید و قرأت کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۹۸ء میں ٹل مجاز نہر لودھراں میں خضریٰ مسجد کے نام سے مسجد تعمیر کی اور ۱۹۹۸ء سے تاحیات مذکورہ بالا مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

راقم سے مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں نصف صدی قبل ان سے مدرسہ کے ساتھی ہونے کی حیثیت سے ملاقاتیں رہی ہیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں جب مدرسہ عزیز العلوم کا طوطی بولتا تھا۔ درجہ کتب میں درجنوں طلبا زیر تعلیم تھے۔ ماہرین فن اساتذۂ کرام علوم وفنون پر طلبا کی تربیت فرماتے۔ استاذ محترم مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ رات گیارہ بجے تک مطالعہ کی نگرانی فرماتے۔ مولانا عبدالعزیزؒ نحو میں ثانی سیبویہ حضرت مولانا غلام رسول پونٹویؒ کے شاگرد خاص تھے، نحو اور تفسیر خود پڑھاتے تو قاری سعید احمد ثاقبؒ کو ایسے ماہر اساتذۂ کرام کی تعلیم وتربیت نصیب ہوئی۔ پچھلے دنوں لودھراں میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ راقم نے رابطہ کیا فرمانے لگے طبیعت ناساز ہے، اس لئے حاضری سے قاصر ہوں۔ نصف صدی خدمت قرآن میں گزاری۔ اللہ پاک ان کی خدمات کو قبول فرمائیں۔ ۲۰/جمادی الاخریٰ ۱۴۴۵ھ مطابق ۳/جنوری ۲۰۲۴ء کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے رحلت فرماگئے۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ ان کے فرزند ارجمند مولانا حماد السمیع کی امامت میں کامرس کالج لودھراں میں ادا کی گئی۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

بابری مسجد.... تاریخی پس منظر

چوتھی اور آخری قسط

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

سچائی یہ ہے کہ رام مندر کو منہدم کرنے کی بات محض ایک افسانہ ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ چنانچہ سپریم کورٹ نے اس سلسلے میں جو آخری فیصلہ کیا، جس میں ہندو فریق کو یہاں عبادت کرنے کی اجازت دی گئی، اس میں بھی مسلمانوں کے تمام دعوؤں کو تسلیم کیا گیا ہے، صاف طور پر کہا گیا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اس کے نیچے کوئی مندر تھا، جسے گرا کر بابری مسجد کی تعمیر عمل میں آئی ہو، اس بات کو بھی تسلیم کیا گیا کہ اس جگہ رام جی کے پیدا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور جو مورتیاں وہاں پائی گئیں، وہ زمین کے اندر سے از خود برآمد نہیں ہوئی ہیں؛ بلکہ رات کے اندھیرے میں چوری چھپے بعض اشرار نے مسجد کے احاطہ میں کود کر وہاں مورتیاں رکھ دی تھیں، یہ بات بھی تسلیم کی گئی کہ یہ جگہ سنی وقف بورڈ کی ملکیت ہے؛ اس لئے اس کا متبادل مسجد کے لئے زمین دینے کی بات کہی گئی، یہ بات بھی تسلیم کی گئی کہ بابری مسجد کو گرانا ایک غیر قانونی عمل تھا؛ مگر آج کل یہ تأثر دیا جا رہا ہے کہ ہندو فرقہ پرستوں کے حق میں کورٹ کا فیصلہ آیا ہے، اور کورٹ نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ مندر کو گرا کر مسجد بنائی گئی تھی، یہ بالکل غلط ہے، موہن بھاگوت نے بابری مسجد کے بارے میں کہا ہے کہ یہ غلامی کی یادگار تھی، جس کو منہدم کر دیا گیا، یہ یقیناً جھوٹ ہے؛ بلکہ سچ یہ ہے کہ کسی دلیل اور ثبوت کے بغیر اس وقت جو مندر تعمیر کی جا رہی ہے، وہ ظلم اور لاقانونیت کی نشانی ہے۔

ڈبلو، اے، تیاگی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ ایودھیا صرف ایک شہر نہیں؛ بلکہ ایک تہذیب کا نام ہے، کہا جاتا ہے کہ ایودھیا میں رام جی پیدا ہوئے تھے اور ان کی زندگی کے ہر ہر پل کو یاد رکھنے کے لئے الگ الگ مندر بنائے گئے ہیں، جہاں وہ کھیلتے تھے، وہاں گوکیلا مندر ہے، جہاں پڑھائی کی، وہاں ویسشٹ مندر ہے، جہاں کھانا کھایا، وہاں سیتا رسوئی ہے، ہنومان کے رہنے کی جگہ پر ہنومان مندر ہے، کوپ بھون، سومیترا مندر اور دسرتھ بھون ہے، اس طرح وہاں ۲۳ ایسے منادر بھی ہیں جس کے مہنت دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ رام جنم بھومی ہے اور رام یہیں پیدا ہوئے تھے، اس طرح یہ مندروں کا شہر ہے؛ لیکن ان سب کی عمر چار سے پانچ سو سال کے درمیان ہے، یعنی یہ سارے مندر تب بنے جب مسلمان یا مغل وہاں کے حکمراں تھے، آخر ان مسلمانوں نے ان مندروں کو بننے کیسے دیا؟ وہ تو مسجد توڑنے والے تھے؛ لیکن ان کے رہتے مندر بنتے رہے؛ بلکہ ان مسلمانوں نے ہی زیادہ تر مندروں کے لئے زمین دی تھی اور اس کے دستاویزی ثبوت بھی موجود ہیں، گلیلا مندر کے لئے زمین مسلمان حکمراں نے دی تھی، دیگمبر اکھاڑہ میں موجود دستاویز بتاتی ہیں کہ مسلمان حکمرانوں نے مندر بننے کے لئے ۵۰۰ بیگھہ زمین دی تھی، نرموہی اکھاڑہ کے لئے نواب شجاع الدولہ نے زمین دی تھی، تلسی داس جب رام چرتر مانس لکھتے ہیں تو وہ لکھتے ہیں کہ ’’ مانگ کے کھائیبو اور مسیت میں سوئیبو‘‘ ایودھیا میں مسلمان پانچ چھ پیڑھی سے پھولوں کی کاشت کرتے ہیں، اور یہ سب پھول وہاں کے مندروں کو ہی جاتے ہیں، ایودھیا کے سندر مندر کے منیجر منومیاں تھے، وہ ۱۹۴۹ء سے لے کر ۱۹۹۲ء یعنی اپنی موت تک اس کے ذمہ دار رہے، اگروال مندر کی ساری اینٹوں پر ۷۸۶ کندہ ہے، جو حسین علی خان نے دی تھی۔

رام مندر کے انہدام کا الزام اور اس کا پس منظر:

صورت حال یہ ہے کہ اول تو تاریخی طور پر رام جی کا وجود اور رامائن کی کہانی ثابت نہیں ہے، جن لوگوں نے اس کو تسلیم کیا ہے، انھوں نے ایک عقیدہ اور آستھا کے طور پر مانا ہے، نہ کہ تاریخی حقیقت کے طور پر، دوسرے: حقیقی ایودھیا کا محل وقوع بھی مشکوک ہے، تیسرے: ایودھیا میں رام جی کی جائے ولادت کون سی جگہ تھی؟ اس میں بھی کافی اختلاف ہے،

چوتھے: بابر کا ایودھیا آنا، یا میر باقی کا مندر کو منہدم کرنا بھی ثابت نہیں ہے، تو پھر رام جنم بھومی کی خونیں تحریک شروع ہونے اور مسجد کی شہادت تک پہنچنے کا پس منظر کیا ہے؟

تو اس کا جواب ہمیں اِلٰہ آباد ہائی کورٹ میں ہندو فریق کے ایک اہم گواہ سوامی ادل مکینشور آنندجی مہاراج کے بیان سے ملتا ہے، انھوں نے عدالت کو بتایا تھا کہ بابری مسجد کی جگہ رام جنم بھومی ہونے کا عقیدہ ہندوؤں میں انگریزوں کے دور حکومت میں شروع ہوا۔

(ہندوستان میں گمراہ کن تاریخ نویسی: ۱۲۳)

حقیقت یہ ہے کہ ایک عیسائی پادری جوزف ٹفن تھالر نے پہلی بار اپنی کتاب جو فرانسیسی زبان میں ۱۷۸۸ء میں پیرس سے شائع ہوئی، اس فتنہ کو جنم دیا، اس نے لکھا:

’’اورنگ زیب عالمگیر نے رام کوٹ کے قلعہ کو منہدم کر دیا تھا اور اس کی جگہ ایک مسلمان ٹیمپل (مسجد) تین گنبدوں کے ساتھ تعمیر کروائی تھی، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسے بابر نے تعمیر کروایا تھا، اس میں ۱۴ سیاہ پتھروں کے ستون ہیں، جو اس قلعہ کے اندر کے کچھ مقامات سے حاصل کر کے استعمال کئے گئے ہیں، ان میں سے ۱۲ ستون اس وقت مسجد کی اندرونی چھت کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہیں، جب کہ دوستون کسی مسلمان کے مقبرے میں فٹ ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ سیاہ ستون لنکا سے لائے گئے تھے اور ان کے لانے والے ہندوؤں کے راجہ ہنومان تھے۔

اس کے بعد ہی یہ فرضی کہانی یا داستان پھیلتی گئی کہ بابری مسجد کی جگہ کوئی مندر موجود تھا؛ لیکن ۲۰ سال بعد ۱۸۱۰ء جب Francis Buchanan نے ایودھیا کا دورہ کیا تو اس نے سختی سے تردید کی اور کہا کہ یہ بے بنیاد کہانی ہے، جولیڈن (Leydon) نے ۱۸۱۶ء میں بابرنامہ کا انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھا کہ غالباً ۱۵۲۸ء میں بابر ایودھیا آیا تھا، اس کو بنیاد بنا کر مارٹن منٹگمری نے جسے ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانب سے مشرقی ہندوستان پر معلومات فراہم کرنے کا کام سونپا گیا تھا، ضلع گورکھپور کا سروے کرتے ہوئے ایودھیا کا دورہ کیا، اس نے ۱۸۳۸ء میں لکھا کہ یہاں کے ہندوؤں کا کہنا ہے کہ ان کے مندروں کو اورنگ زیب نے گرایا ہے؛ کیوں کہ مسجد میں جو ستون ہیں، وہ غیر اسلامی ہیں اور غالباً کسی مندر سے لئے گئے ہیں۔‘‘

(حوالہ سابق: ۱۰۳، بحوالہ: جان لیڈن)

۱۸۵۴ء میں ولیم ارسکائین (Erskine) نے بھی بابرنامہ کا ترجمہ کیا اور یہی بتایا کہ بابر ۲۸/مارچ ۱۵۲۸ء کو ایودھیا گیا تھا، ۱۸۷۰ء میں کارنیگی (Comege) نے بابر پر براہِ راست الزام لگایا کہ اس نے رام جنم بھومی مندر توڑا تھا، (ا) ۱۸۷۷ء میں ڈبلوسی بینٹ (Benet) نے کارنیگی کے الزام کی تائید کی۔

یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی واقعہ اسی وقت معتبر تسلیم کیا جاسکتا ہے، جب کہ اس کو کسی معاصر چشم دید شخص نے نقل کیا ہو، یا ان لوگوں کے حوالہ سے نقل کیا ہو، جو خود اس واقعہ کے وقت موجود تھے، سینکڑوں سال بعد یہ کہنا کہ ’’ایسا کہا جاتا ہے، یا ایسا گمان کیا جاتا ہے‘‘ کی ایک اٹکل سے زیادہ اہمیت نہیں ہے، پھر یہ بات بھی اہم ہے کہ جس کی طرف کسی عمل کی نسبت کی جائے، وہ اس کے مزاج ورویہ سے ہم آہنگ بھی ہو، جب کہ بابر کے بارے میں تمام ہی مسلم وغیر مسلم مؤرخین متفق ہیں کہ وہ مذہبی تعصب سے دور اور انصاف پرور حکمراں تھا اور اس نے اپنے جانشینوں کو بھی اسی کی ہدایت کی تھی۔

اصل میں انگریزوں نے محسوس کیا کہ اگر اس ملک میں ہندو مسلمان متحد رہے، تو وہ یہاں اپنا اقتدار قائم نہیں رکھ سکیں گے، ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں واضح طور پر اسی حقیقت کا اظہار ہوا؛ چنانچہ برطانوی مؤرخ تھامس لیونے اس واقعہ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

’’دختر کش راجپوت، کٹر برہمن، متعصب مسلمان اور عیش پسند توندوالا مرہٹہ سبھی اس جہاد میں شامل تھے، گائے کو کھانے والا اور گائے کا پجاری، خنزیر سے کراہت رکھنے والا اور خنزیر کا گوشت کھانے والا ’’لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کا کلمہ گو اور برہما کے منتروں کو جپنے والا سبھوں نے مل کر بغاوت کی تھی۔‘‘ (سنٹرل انڈیا ڈیورنگ ریبلین آف ۱۸۵۷ء ص: ۲۳۲، ط: لندن، ۱۸۶۰ء)

لارڈ الفنسٹن (Lord Elphinston) ۱۴/مئی ۱۸۵۸ء کو ایک سرکاری یادداشت میں لکھتا ہے:

’’پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو‘‘ قدیم رومی طرز عمل تھا، ہماری حکمت عملی بھی یہی ہونی چاہئے، اگر میں یہ ثابت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ میرے خیالات ڈیوک آف ویلنگٹن (Duke of Wellengton) کے خیالات کے عین مطابق ہیں تو اس قدر واضح انداز میں اپنے خیالات کے اظہار کی جسارت نہیں کرتا۔

(روٹس آف کیمونل پولیٹکس بھگوان داس کمیٹی

رپورٹ،ص:۴۰،ط:دہلی،۱۹۷۶ء)

اسی طرح جارج فرانسس ہملٹن (Hamilton)سکریٹری آف اسٹیٹ برائے ہندوستان نے لارڈ کرزن کو۲۶/مارچ ۱۸۸۸ء کواپنے ایک خط میں لکھا:

’’میرے خیال میں فی الحال ہماری حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہے؛ لیکن آج سے پچاس سال بعد برطانوی حکومت کو جو خطرہ درپیش ہوگا، اس سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ ہندوستان میں بسنے والی مختلف قوموں کے درمیان نفاق کو بڑھاوا دیں اور ایسی نصابی کتابیں مرتب کروائی جائیں کہ ان کے درمیان اختلاف میں مزید بتدریج اضافہ ہو۔‘‘

(ووڈس پیپر ۳۰/ مارچ ۱۸۹۲ء، لندن، بحوالہ: اسلام اینڈ کلچر، بی، این، پانڈے،ص:۳۱،ط:پٹنہ ۱۹۸۵ء)

غرض کہ ’’پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو‘‘ کی پالیسی کے تحت انگریزوں نے تاریخ کو بگاڑنے، نصابِ تعلیم میں زہر آلود مواد شامل کرنے اور ہندوستان کی دو بڑی اقوام ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے کی منصوبہ بند شروعات کیں اور اسی پالیسی کو سنگھ پریوار والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور عوام کو کچھ اس طرح یہ زہر پلایا کہ آج ان سے ترقی، معاشی گراوٹ، ملازمتوں کے فقدان، ناانصافی، غریبوں کی فاقہ کشی اور کمزوروں پر ظلم کے بارے میں سوالات نہیں کئے جاتے۔

ضرورت ہے کہ مسلمان صحیح تاریخ مرتب کریں اور سیکولر برادرانِ وطن کی مدد سے کرائیں اور سچائی کو اس قدر پھیلائیں کہ جھوٹ اپنا منہ چھپانے پر مجبور ہوجائے۔☆☆

حضرت مولانا احسن راجہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احسن راجہ الحسینی نور اللہ مرقدہ ۱۸/جنوری ۲۰۲۴ء کو فجر کی نماز کے لئے اذان دینے کے بعد مسجد میں جماعت کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اچانک دل کی تکلیف شروع ہوگئی۔ نمازی احباب سے کہا کہ مجھے ہسپتال لے جائیں، رکشہ میں آپ کو قریب ہی دل کے عارضی ہسپتال منزل پمپ لے جایا گیا، مگر ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں اٹک میں حاصل کی۔ حفظ بھی گاؤں میں کیا، البتہ گردان لانڈھی کی معروف دینی درسگاہ جامعہ عثمانیہ معین آباد میں حضرت مولانا اقبال اللہ دامت برکاتہم العالیہ کے مدرسے میں کی۔ درجہ اولیٰ سے تخصص تک حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان نور اللہ مرقدہ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال میں زیر تعلیم رہے۔

جامع مسجد طیبہ لانڈھی اسٹیشن میں عرصہ ۲۰ سال امام وخطیب کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے علاقہ لانڈھی کے مختلف مدارس میں درس وتدریس بھی کی۔ جامعہ اشاعت القرآن محمدی مسجد گوشت گلی، جامعہ محمودیہ اشاعت القرآن محمودیہ قائد آباد، مدرسہ رحیمیہ میں ایک دن قبل تک آخری اسباق پڑھائے اور اپنے شاگردوں کو تحفہ وتحائف سے نوازا، اپنی مسجد میں خود تراویح سنایا کرتے تھے اور بعد نماز ظہر روزانہ درس حدیث دیتے تھے، آپ کا بیان مدلل ہوتا تھا۔ آپ مولانا قاری محمد حنیف ملتانیؒ کے طرز پر وعظ وتقریر کیا کرتے تھے، نہایت شیریں بیان مقرر تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ خاص لگاؤ تھا اور مجلس کے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، ہر کانفرنس کی زینت ہوتے تھے، جب بھی کانفرنس میں شرکت کے لئے آتے تو اپنے ساتھ علماء کرام کے لئے گرین ٹی اور خشک میوہ جات ساتھ لے کر آتے اور دوران پروگرام ہی مہمانوں کو پیش کردیتے تھے۔

آپ کی نماز جنازہ میں حضرت مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد کلیم اللہ نعمان، مولانا عبدالحئی مطمئن، مولانا مفتی محمد عادل غنی اور راقم الحروف نے شرکت کی۔ اللہ پاک مرحوم کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

(مولانا مفتی محمد اسحاق مصطفیٰ)

صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحابة

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

’’جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے؛ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔‘‘ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)
مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

حضرت فاروق اعظمؓ نے مدینہ منورہ کے محلوں میں گشت کرتے ہوئے وہ پوری رات آنکھوں میں کاٹ دی تاکہ لوگ امن واطمینان کے ساتھ بھرپور نیند سوئیں۔ وہ مدینے کے مکانوں اور بازاروں کا چکر لگاتے ہوئے اپنے ذہن میں اصحاب رسول میں سے ان عظیم بہادروں کو تلاش کر رہے تھے جن میں سے کسی ایک کو اس فوج کی قیادت سونپ سکیں جو ’’اہواز‘‘ (ایران کا ایک علاقہ جو اس کے مغربی حصے میں واقع ہے) کی فتح کے لئے حرکت میں آنے والی تھی۔ پھر بے ساختہ بول اٹھے:

’’میں اس کو پا گیا..... ہاں، ان شاء اللہ! میں اسے پا گیا۔‘‘ اور صبح کو حضرت سلمہ ابن قیس اشجعیؓ کو بلا کر ان سے کہا:

’’میں اہواز جانے والے لشکر کی قیادت تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ خدا کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ اور اس کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو، جو اس کے منکر ہیں۔ جب تمہارے دشمن مشرکین سے تمہارے مڈبھیڑ ہو تو سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ تمہارے دعوت قبول کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور جنگ میں تمہارا ساتھ دینے کے بجائے اپنے علاقوں میں رہنا پسند کریں تو ان کے اوپر زکوۃ کے علاوہ اور کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے۔ البتہ مالِ غنیمت میں ان کو کوئی حصہ بھی نہیں ہوگا اور اگر وہ دشمن کے خلاف جنگوں میں تمہارا ساتھ دینا پسند کریں تو ان کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے، جو تم کو حاصل ہیں اور ان کے اوپر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو تمہارے اوپر عائد ہیں اور اگر وہ قبولِ اسلام سے انکار کر دیں تو ان کو جزیہ ادا کرنے کی دعوت دینا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرنا اور کوئی ایسی ذمہ داری ان کے اوپر نہ ڈالنا جو ان کے استطاعت سے باہر ہو۔ لیکن اگر وہ جزیہ کی ادائیگی سے بھی انکار کر دیں تو ان سے جنگ کرنا۔ ایسی صورت میں خدائے تعالیٰ کی نصرت وتائید تمہاری پشتیبان ہوگی۔ اگر وہ کسی قلعہ میں پناہ گیر ہو کر خدا اور رسول کے حکم کے مطابق تم سے صلح کی خواہش ظاہر کریں تو ان کا یہ مطالبہ ہرگز تسلیم نہ کرنا، اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ اس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا کیا حکم ہے، اور اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری پر صلح کا مطالبہ کریں تو ان کا یہ مطالبہ بھی رد کر دینا۔ البتہ تم اپنی ذمہ داری پر ان سے صلح کا معاہدہ کر سکتے ہو، اور جب جنگ میں تم کو فتح حاصل ہو جائے تو حد سے تجاوز نہ کرنا، نہ غداری کے مرتب ہونا۔ لاشوں کا مثلہ نہ کرنا، نہ کسی بچے کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا۔‘‘

حضرت سلمہ ابن قیسؓ نے فاروقِ اعظمؓ کی ان قیمتی ہدایات کو سن کر ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا: ’’سمعاً وطاعةً یا امیر المومنین!‘‘

پھر حضرت عمرؓ نے زور سے ان کے ہاتھ کو دباتے ہوئے پوری گرم جوشی سے ان کو الوداع کہا اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ کیونکہ انہیں اس مہم کی مشکلات اور اس کی اہمیت کا پورا پورا اندازہ تھا جو انہوں نے حضرت سلمہؓ اور ان کے لشکر کے

کندھوں پر ڈالی تھی۔ اسلئے کہ اہواز ایک کوہستانی علاقہ تھا جس کے راستے نہایت دشوار گزار اور قلعے ناقابل تسخیر تھے، جو بصرہ اور ایران کی سرحد پر واقع تھا اور جس کے باشندے کُردوں سے بھی زیادہ سخت جان اور جفاکش واقع ہوئے تھے اور مسلمانوں کے لئے دو اسباب سے اس علاقے کو فتح یا اس پر قبضہ کرنے کے سوا دوسرا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ایک تو یہ کہ ایسی صورت میں ان کی پشت بصرہ کی جانب ایرانیوں کے حملوں سے محفوظ ہو جاتی اور دوسرا یہ کہ اہل فارس اسے اپنی فوجوں کی آماجگاہ بنا کر عراق کے امن اور اس کی سلامتی کے لئے کوئی خطرہ نہیں پیدا کرسکتے تھے۔

غازیانِ فی سبیل اللہ کا یہ لشکر اپنے قائد حضرت سلمہؓ ابن قیس کی سرکردگی میں مدینہ سے روانہ ہوا اور راستے کے نشیب وفراز کو طے کرتا ہوا سرزمین اہواز میں داخل ہوگیا، لیکن ابھی وہ لوگ اس کے اندر زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ اس کے سخت طبعی اور جغرافیائی حالات کی وجہ سے ان کو قدم قدم پر دشواریوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پہاڑی راستوں میں اوپر چڑھتے ہوئے فوج کو کھوکھلی اور نوکیلی چٹانوں سے گزرنے کی مشقت جھیلنی پڑتی اور نیچے اترتے ہوئے سڑے ہوئے متعفن پانی کے جوہڑوں کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی۔ اس کے علاوہ خطرناک قسم کے جان لیوا سانپوں اور سست مگر چوکنے زہریلے بچھوؤں کی مصیبت سے الگ نمٹنا پڑتا تھا۔ لیکن حضرت سلمہ ابن قیسؓ کی صاف شفاف اور مومن روح ہر وقت اپنے لشکر کے اوپر سایہ فگن رہتی جس کی وجہ سے یہ ساری مصیبتیں خوشگوار اور دشوار راہیں آسان ہوگئی تھیں۔ وہ وقفے وقفے سے ان کو ایسی نصیحتیں کرتے رہتے جن سے ان کی روحیں جھوم اٹھتیں اور ان کی راتوں کو قرآن کی خوشبو سے معطر کرتے رہتے، جس کی روشنی میں وہ نہا اٹھتے اور اس کے نور میں تیرتے ہوئے اپنی ساری مشقتیں اور تکلیفیں بھول جاتے۔

حضرت سلمہ ابن قیسؓ نے خلیفۃ المسلمین کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی اور جب اہل اہواز سے ان کا سامنا ہوا تو سب سے پہلے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا دین پیش کیا، مگر انہوں نے نفرت و اعراض کا اظہار کیا۔ پھر ان کو جزیہ کی ادائیگی کی دعوت دی، لیکن انہوں نے انکار اور استکبار کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے سامنے جنگ کے سوا دوسری کوئی صورت باقی نہیں بچی۔ چنانچہ وہ جہاد فی سبیل اللہ اور اجر آخرت کے حصول کی نیت سے میدانِ جنگ میں کود پڑے۔ دونوں فوجیں پوری قوت کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ معرکۂ کارزار گرم ہوا اور جنگ کے شرارے اڑنے لگے اور فریقین نے شجاعت وبسالت اور ہمت وجواں مردی کے ایسے جوہر دکھائے جن کی مثال جنگوں کی تاریخ میں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہے۔ آخر کار جنگ کا خاتمہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرنے والے اہل ایمان کی فتح مبین اور دشمنانِ خدا، اہل شرک کی شکست فاش پر ہوا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد جب حضرت سلمہ ابن قیسؓ مجاہدین میں مالِ غنیمت کی تقسیم کی طرف متوجہ ہوئے تو اس میں ان کو ایک نہایت عمدہ اور بیش قیمت زیور ملا۔ انہوں نے چاہا کہ اسے ہدیہ کے طور پر امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا جائے، چنانچہ انہوں نے فوجیوں سے کہا:

”اگر اس زیور کو تم سارے لوگوں کے درمیان تقسیم کیا جائے تو کسی کے ہاتھ کچھ نہیں لگے گا، تو کیا تم سب لوگ اس بات پر راضی ہو کہ اسے امیر المومنین کی خدمت میں ہدیتاً بھیج دیا جائے؟“

سب نے خوشی سے اس کی اجازت دے دی اور انہوں نے اس زیور کو ایک ڈبے میں رکھ کر اپنے قبیلے بنو اشجع کے ایک شخص کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنے غلام کے ساتھ مدینہ جاؤ۔ پہلے امیر المومنین کو فتح کی خوشخبری سنانا پھر ان کی خدمت میں یہ زیور ہدیہ کے طور پر پیش کردینا۔ جب وہ اشجعی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے اور حضرت عمرؓ کے درمیان ایک نہایت عبرت انگیز ماجرا پیش آیا، ہم وہ ماجرا اسی کی زبانی پیش کرتے ہیں:

”میں اپنے غلام کے ساتھ پہلے بصرہ پہنچا وہاں ہم نے سلمہؓ ابن قیس کی دی ہوئی رقم سے اپنے سفر کے لئے دو اونٹنیاں خریدیں اور ان کے اوپر اپنا سامان اور زادِ راہ لاد کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر میں نے امیر المومنین کو تلاش کیا۔ وہ مسلمانوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس پر وہ کسی چرواہے کی طرح ٹیک لگائے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کھانے والوں کے برتنوں کو دیکھ دیکھ کر اپنے غلام یَرفا سے کہتے جا رہے تھے:

”یرفا! ان کے برتن میں اور گوشت ڈالو، ان کو اور روٹیاں دو، ان کے پیالے میں اور شوربہ ڈالو“

جب میں ان کے سامنے پہنچا تو انہوں نے مجھے بھی بیٹھنے کے لئے کہا۔ میں قریب ہی لوگوں

کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر میرے سامنے کھانا لایا گیا اور میں نے کھالیا۔ جب سارے لوگ کھانے سے فارغ ہوچکے تو وہ یرفا کو برتن سمیٹنے کا حکم دے کر گھر کی طرف چل پڑے۔ میں بھی ان کے پیچھے چلا۔ جب وہ گھر میں داخل ہوگئے تو میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک نمدے پر دو تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں جن کے اندر کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان میں سے ایک تکیہ میری طرف سرکا دیا، جس پر میں بیٹھ گیا۔ ان کی پشت کی طرف ایک دروازہ تھا۔ جس پر پردہ لٹک رہا تھا۔ انہوں نے پردے کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا:

''اُمِ کلثوم! میرا کھانا۔''

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ دیکھوں، امیر المومنین کا مخصوص کھانا کیسا ہے؟ ان کی اہلیہ نے ان کو روغن زیتون لگی ہوئی روٹی دی جس پر نمک کی ایک ڈلی رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کھانے کے لیے کہا اور میں نے امتثالِ امر کے طور پر تھوڑا سا کھایا۔ میں نے ان کے سوا کسی دوسرے آدمی کو اتنی رغبت اور شوق سے کھانا کھاتے نہیں دیکھا۔ کھانے سے فارغ ہوکر انہوں نے کہا: مجھے پلاؤ، گھر والے ایک پیالہ لائے جس میں جو کے ستو کا گھول تھا۔ انہوں نے کہا: پہلے اس کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ لے کر اس میں سے بہت تھوڑا سا پیا۔ کیونکہ میرا ستو اس سے زیادہ لذیذ اور عمدہ تھا، پھر انہوں نے خوب آسودہ ہوکر پیا اور پی چکنے کے بعد کہا:

''الحمد للہ الذی اطعمنا فاشبعنا وسقانا فارددانا۔''

ترجمہ: ''شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم کو کھلا کر آسودہ اور پلا کر سیراب کیا۔''

اس وقت میں نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''امیر المومنین! میں آپ کے پاس نیک پیغام لایا ہوں۔''

''کہاں سے؟'' انہوں نے دریافت کیا۔

''سلمہؓ ابن قیس اور ان کے قاصد کو خوش آمدید کہتا ہوں۔''.... مجھے مسلمانوں کے لشکر کا حال بتاؤ۔'' انہوں نے کہا:

''امیر المومنین! جیسا کہ آپ پسند کرتے ہیں، فوج بخیر و عافیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے اور اللہ کے دشمنوں پر فتح و کامرانی عطا فرمائی ہے۔'' میں نے عرض کیا۔

پھر میں نے ان کو فتح کی خوشخبری سنائی اور تفصیل کے ساتھ فوج کے حالات بتائے تو انہوں نے کہا: ''الحمدللہ..... **اعطیٰ فتفضل و انعم فاجزل**''

''شکر ہے خدا کا جس نے اپنی مہربانی سے عطا کیا اور اپنے انعام سے خوب نوازا۔''

پھر پوچھا: ''کیا بصرہ کی طرف سے ہوکر آئے ہو؟''

میں نے کہا: ''جی ہاں! امیر المومنین!''

''وہاں مسلمان کیسے ہیں؟'' انہوں نے پوچھا۔ ''خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اشیاء ضرورت کے نرخ کیسے ہیں؟'' انہوں نے دریافت کیا:

''ہر چیز انتہائی ارزاں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

پھر پوچھا: ''گوشت کا کیا حال ہے؟'' اس لئے کہ گوشت عربوں کی بنیادی غذا ہے۔ اس کے بغیر ان کی معیشت درست نہیں ہوسکتی۔''

میں نے عرض کیا: ''گوشت بہت وافر مقدار میں ہے۔'' پھر انہوں نے ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟''

''جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دشمن پر فتح دی اور ہم نے مالِ غنیمت اکٹھا کیا تو سلمہؓ ابن قیس نے اس میں اس زیور کو دیکھ کر فوج سے کہا۔''

''اگر اس زیور کو تمہارے درمیان تقسیم کیا جائے تو کسی کے ہاتھ کچھ نہیں لگے گا۔ اگر میں اسے امیر المومنین کی خدمت میں بھیج دوں تو کیا تم سب لوگ اس پر راضی ہو؟''

تو سب نے کہا: ''ہاں!'' یہ کہہ کر میں نے وہ ڈبہ ان کے حوالے کر دیا۔ جب انہوں نے ڈبے کو کھولا اور ان کی نظر زیور اور اس میں جڑے ہوئے سرخ، زرد اور سبز نگینوں پر پڑی تو اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑے ہوگئے اور ڈبے کو زمین پر پھینکتے ہوئے اپنے ہاتھ کو کمر پر رکھ لیا۔ زمین پر گرنے کے بعد نگینے ادھر ادھر بکھر گئے۔ ان کی عورتوں نے سمجھا کہ میں دھوکے سے ان کو قتل کرنا چاہتا ہوں، اس لئے وہ سب دروازے کی طرف لپکیں۔

پھر خلیفہ نے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا:

''انہیں اکٹھا کرو۔'' اور اپنے غلام یرفا کو حکم دیا: ''اسے خوب اچھی طرح مارو۔''

میں ڈبے سے نکل کر بکھرے ہوئے نگینوں کو جمع کرنے لگا، اس دوران یرفا مجھے برابر مارے جا رہا تھا۔ پھر انہوں نے کہا: ''اٹھ، نہ تُو

اچھا ہے نہ تیرا قائد۔“

میں نے اٹھ کر عرض کیا، امیرالمومنین! اہواز تک جانے کے واسطے میرے اور میرے غلام کے لئے سواریوں کا انتظام کرادیجئے۔ کیونکہ آپ کے غلام نے ہماری سواریاں لے لی ہیں۔

توانہوں نے یرفا سے کہا کہ:

”اس کو اس کے غلام کو صدقہ کے اونٹوں میں سے دوسواریاں دے دو۔“ پھر میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا:

”جب تمہاری ضرورت پوری ہوجائے تو یہ انہوں اونٹنیاں ان لوگوں کو دیدینا، جوتم سے زیادہ ان کے ضرورت مند ہوں۔“

تو میں نے کہا: ”امیرالمومنین! میں ایسا ہی کروں گا۔ جی ہاں! انشاء اللہ! آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔“ پھر انہوں نے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا:

”سن لو!! خدا کی قسم ان زیورات کی تقسیم سے پہلے اگر فوج ادھر ادھر بکھر گئی تو تمہیں اور تمہارے قائد دونوں کو سخت عبرت ناک سزا دوں گا۔“

میں نے اسی وقت وہاں سے کوچ کردیا اور منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا سلمہؓ ابن قیس کے پاس پہنچا اوران سے کہا:

”جس کام کے لئے آپ نے مجھے اپنا خصوصی ایلچی بنایا تھا وہ میرے لئے بڑا نامبارک ثابت ہوا، قبل اس کے کہ میرے اور آپ کے اوپر کوئی بھاری مصیبت نازل ہو، ان زیورات کو فوراً فوج میں تقسیم کردیجئے۔“

اس کے بعد میں نے ان کو وہ پوری سرگزشت سنائی جو میرے اوپر بیتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس مجلس کو برخاست کرنے سے پہلے پہلے وہ زیورات فوج میں تقسیم کرادیئے۔“

☆☆ .... ☆☆

قاری غلام محمودؒ اوکاڑہ

قاری غلام محمود انورؒ گڑشنکر ہوشیار پور کی راجپوت فیملی سے تعلق رکھتے تھے، ان کے والد محترم حاجی نذیر احمد جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی استاذ العلماء ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ سے بیعت تھے۔ اللہ پاک نے انہیں تین بیٹے عطا فرمائے قاری غلام محمود مولانا پیر سعید احمد، حافظ نصیر احمد تینوں بیٹیوں کو حافظ بنایا اول الذکر دونوں فرزندانِ گرامی عالم فاضل تھے۔ موخرالذکر صرف حافظ اور فنافی التبلیغ قاری غلام محمودؒ نے حفیظ قاری محمد علیؒ سے کیا، جو استاذ الحفاظ والقرأ حضرت قاری غلام محی الاسلام کے فرزند نسبتی تھے۔ جبکہ گردان امام القرأ حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ سے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں کی۔ گردان کے بعد خیرالمدارس میں درجہ کتب میں داخل ہوگئے اور جلالین شریف تک کتابیں بھی جامعہ خیرالمدارس میں پڑھیں۔ جمعیت علمائے اسلام نے جب لاہور میں عظیم الشان نظام شریعت کانفرنس غالباً ۱۹۶۹ء میں منعقد کی، جس میں ہزاروں علماء کرام اور عوام الناس نے شرکت کی۔ تو قاری غلام محمود انورؒ بھی اس کانفرنس میں احباب سمیت شریک ہوئے۔ چونکہ خیرالمدارس کا مزاج صرف تعلیمی رہا ہے، پابندی کے باوجود شریک ہونے والوں کو خارج کردیا گیا۔ تو موصوف دارالعلوم کبیر والا میں داخل ہوگئے، مشکوٰۃ شریف اور دورۂ حدیث شریف دارالعلوم کبیر والا سے کیا۔ اس زمانہ میں دارالعلوم کا طوطی بولتا تھا۔ استاذی المکرم حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، حضرت مولانا منظور الحقؒ، حضرت مولانا ظہور الحقؒ، حضرت مولانا مفتی علی محمدؒ، حضرت مولانا سیّد فیض علی شاہؒ تو ان اساطین العلم سے احادیث نبویہ کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۷۳ء میں لکڑ منڈی اوکاڑہ میں جامعہ محی الاسلام کی مسجد میں امام وخطیب اور مدرس مقرر ہوئے۔ نصف صدی سے زائد مسجد ومدرسہ کی خدمت کی، سینکڑوں سے متجاوز بچوں نے ان سے قرآن پاک حفظ کیا۔ جماعتی طور پر ان کا تعلق جمعیت علماء اسلام اور اہل سنت والجماعت سے رہا ہے۔ جمعیت علماء اسلام کے صوبائی امیر حضرت مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ کے دست وبازو جو حضرات بنے ان میں مولانا عبدالاحدؒ، مولانا غلام محمودؒ سرفہرست ہیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں گیلانی صاحبؒ کے ساتھ مل کر قائدانہ کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت رہی، مجلس کے مبلغین حضرت مولانا خدابخشؒ راقم الحروف سمیت سب کے میزبان موصوف ہوا کرتے تھے۔ تقریباً تین دہائیوں سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر انہیں کے مدرسہ میں واقع ہے۔ ہمارے مبلغ مولانا عبدالرزاق مجاہد کے دکھ سکھ کے ساتھی رہے۔ مدرسہ کا اہتمام وانتظام ان کے ہاتھوں میں رہا۔ بایں ہمہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ خادم قرآن سمجھتے رہے، اور خدمت قرآن میں نصف صدی گزار دی۔ ۱۹ر جنوری ۲۰۲۴ء کو صبح ناشتہ کے بعد کلاس میں آکر بیٹھ گئے اور اس دوران انہیں دل میں درد سا ہوا۔ ہسپتال لے جائے گئے دورہ اتنا شدید تھا کہ آناً فاناً ہنستا مسکراتا خادم قرآن صاحب قرآن کی خدمت میں پہنچ گیا۔ ان کی وفات کی خبر جنگل کے آگ کی طرح ملک بھر میں پہنچ گئی اندرون وبیرون شہر سے ہزاروں علماء، قرأ، حفاظ اور دین دار عوام الناس کے جنازہ میں شریک ہوگئے۔ چنانچہ عشا کی نماز کے بعد ان کے برادر خورد حافظ نصیر احمد کی اقتدأ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور انہیں رحمت خداوندی کے سپرد کردیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

ضلع صوابی میں ختم نبوت کی بہاریں

رپورٹ: مولانا محمد طیب، ضلع صوابی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ و راہنما حضرت مولانا مفتی محمد راشد مدنی صاحب آج نماز جمعہ سے قبل سہ روزہ دورے پر ضلع صوابی تشریف لائے۔ آپ نے اپنے دورے میں مختلف مقامات پر بیانات کیے۔جن کی مختصر روداددرج ذیل ہے۔

بیان جمعہ 16فروری 2024ء:

آپ کا پہلا بیان کرنل میر عالم مسجد واقع مینیٔ چوک ٹوپی روڈ ضلع صوابی میں ہوا جس میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتیازی شان ومنصب ختم نبوت پر مفصل گفتگو کی۔ آپ کے بیان کا عنوان تھا: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین کیوں بنایا گیا؟'' آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو اوصاف علم ونبوت کی اکملیت پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تمام انبیاء کرام علیہ السلام سے زیادہ دیا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اخلاق سے اعلیٰ تھے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا سکہ حشر، قیامت اور جنت میں بھی چلے گا۔ اس پر بھی آپ نے مدلل بیان فرما کر سامعین کو مستفید فرمایا۔ یہاں پر آپ کی میزبانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع صوابی کے رہنما مولانا مفتی رسال محمد صاحب نے کی۔ مقامی علماء کرام میں عالمی مجلس ضلع صوابی کے ناظم اعلیٰ مولانا مفتی عابد وہاب حقانی صاحب، راہنما مولانا عبدالسلام صاحب، مولانا محمد قاسم حقانی صاحب و دیگر علماء کرام موجود تھے۔

علماء کرام سے خطاب:

نماز جمعہ کے بعد آپ نے علماء کرام کی تربیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے قادیانیوں کے دجل کو واضح کیا۔ آپ نے رحیم یار خان میں قادیانیوں کے ساتھ گفتگو کا واقعہ بیان کیا اور اس کے ضمن میں قادیانیوں کا اشکال اور سورۃ الاحزاب کی آیت ''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین'' میں ''خاتم النبیین'' کے مفہوم میں دجل کو واضح کر کے اس کے جوابات سمجھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دجالون'' وہ دجل کریں گے۔ دجل یہ ہے کہ حق اور باطل کو آپس میں یوں ملا دیا جائے کہ پتہ ہی نہ چلے حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹے مدعی نبوت کا طریقۂ واردات بتایا۔ مثلاً مسیلمہ کی اذان میں ''اشھد ان محمد رسول اللّٰہ'' ہوتا تھا۔ جس سے سادہ مسلمان دھوکہ کھاتے۔ آپ نے مختلف جھوٹے مدعی نبوت کا دجل واضح کیا۔ آپ نے جھوٹے مدعیان نبوت اور دوسرے باطل ادیان کے طریقۂ واردات پر کراچی کے مختلف واقعات بیان فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ موجودہ دور فتنوں کا دور ہے۔ آپ نے گمراہ کن فرقوں اور قادیانیوں کے خلاف کام کرنے کے حوالے سے علماء کرام کی ذمہ داریوں پر اپنا دردِ دل علماء کرام کے سامنے رکھ دیا۔ آج ہر جیب میں منکر حدیث، قادیانی، عیسائی وغیرہ موجود ہیں۔ ہمیں فتنوں کے مقابلے کی تیاری کرنی ہے۔

عشاء کو مانیری میں خطاب:

حضرت مولانا مفتی محمد راشد مدنی صاحب نماز عشاء کے وقت مانیری گاؤں تشریف لائے۔ وہاں پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع صوابی کے راہنما مولانا مفتی غنی الرحمان صاحب، مفتی اسد اقبال صاحب و دیگر مقامی علماء کرام نے استقبال کیا۔ آپ نے بعد از نماز عشاء جامع مسجد عمار میں دین اسلام کی حقانیت پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ اپنے ایک ساتھی کی گفتگو کا خلاصہ ذکر کیا جس کو ائیر پورٹ پر ایک پادری نے کہا تھا کہ ہمارا مشن ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہ جائے۔ اس پر آپ نے ایک بین الاقوامی کانفرنس کا ذکر کیا جس میں یہودی، عیسائی اور مسلمان علماء موجود تھے۔ اور اس کے آخر میں کانفرنس کے بڑے نے چار باتوں کی بناء پر اسلام قبول کیا۔ (۱) ایسے نبی کی پیروی کرنا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ پوری دنیا کا نبی ہے۔ (۲) جس نبی کا معجزہ دائمی ہو، (۳) جس کے سجدے کی تسبیح محفوظ ہو اور (۴) جس کا دعویٰ

ہے کہ وہ آخری نبی ہے۔ یہ چار باتیں مسلمان عالم دین نے دلائل سے ثابت کیں، جس پر کانفرنس کا بڑا یہودی بابا مسلمان ہوا۔ آپ نے اس واقعے کے ضمن میں معجزہ، نبوت اور ختم نبوت سمیت ردقادیانیت پر بھی گفتگو فرمائی۔ آپ نے سامعین سے اپنے اپنے شعبہ ہائے زندگی اور خصوصاً اسکول وکالج میں عقیدہ ختم نبوت کی ترویج اور ردقادیانیت پر بیان دینے اورنوجوان نسل کے ایمان بچانے کی فکر کرنے کی اپیل کی۔

خانقاہ فریدیہ زروبی:

ہفتہ 17 فروری 2024ء، نماز فجر کے بعد مفتی محمد راشد مدنی صاحب پاکستان کے مایہ ناز مفتی، دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث وصدر مفتی، پیرطریقت رہبرشریعت حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ کی خانقاہ میں تشریف لائے۔ وہاں پر مولانا مفتی انورشاہ صاحب ودیگر مقامی علماء کرام نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر پر حاضری بھی دی۔ بعدازاں آپ گورنمنٹ ہائی اسکول زروبی تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ نے اسکول کے اساتذہ وطلبا سے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور علامات قیامت خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پُرمغز گفتگو کی۔ آپ نے اپنے بیان کے بعد طلباء سے زبانی سوالات بھی کیے۔ ایک طالب علم کے صحیح جوابات دینے پر آپ نے اس کو نقد انعام سے نوازا۔

حدیقۃ العلوم باجا:

زروبی سے آپ حدیقۃ العلوم باجا تشریف لائے۔ وہاں پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع صوابی کے راہنما مناظر اہلسنت حضرت مولانا مفتی رسال محمد صاحب علماء وطلباء کو ''تحقیق المسائل'' کورس پڑھا رہے تھے۔ آپ نے وہاں پر شرکاء کورس سے دین اسلام اور اہلسنت والجماعت کی حقانیت کے موضوع پر بیان کیا۔

ختم نبوت چوک بام خیل:

ختم نبوت چوک بام خیل ضلع صوابی میں چند ساتھیوں سے مختصر ملاقات کی اوردعا فرمائی۔

مسجد غریب بابا گاؤں کلابٹ:

نماز ظہر کے بعد گاؤں کلابٹ میں جامع مسجد غریب بابا میں آپ کا بیان ہوا۔ آپ نے جھوٹے مدعیانِ نبوت مثلاً مسیلمہ کذاب، اسحاق اخرس ودیگر کے دجل کا ذکر کیا۔ اسحاق اخرس کے حالات اور دجل کو مفصل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سرگودھا کے ایک قادیانی نے جو کہ جرمنی سے بائیس سال بعد واپس آیا تھا اپنے بھانجے کو فون کیا۔ بھانجے نے بڑا ایمان افروز جواب دیا: ''میں محمد ﷺ کا امتی پہلے اور آپ کا بھانجا بعد میں ہوں۔ آئندہ مجھے فون مت کرنا'' پھر بار بار تنگ کرنے پر وہ میرے پاس آیا۔ مجھے ساتھ لے کر ملا۔ پھر جب میں نے اس کو قادیانیوں کا کلمے کے مفہوم میں دجل دکھایا تو سردیوں میں اس کو پسینہ آگیا۔ آپ نے حضور ﷺ کی ختم نبوت اور عظمت بھی بیان کی۔ یہاں آپ کی میزبانی مولانا شیراز صاحب اور مولانا احمد صاحب نے کی۔ نشست کی صدارت پیرطریقت حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے کی۔

جامعہ شمس العلوم اسلامیہ گاؤں اسماعیلہ:

مغرب کی نماز کے بعد آپ نے جامعہ شمس العلوم اسلامیہ اسماعیلہ میں بیان کرنا تھا۔ کلابٹ سے واپسی پر آپ نماز مغرب کے قریب شیوہ اڈہ پہنچے۔ وہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل رزڑ کے امیر مولانا نعیم اللہ حقانی نقشبندی صاحب اور ختم نبوت کے کارکن الطاف حیدر آف کالوخان نے آپ کا استقبال کیا۔ راستے میں کالوخان میں تھوڑی دیر ٹھہرنے اور نماز مغرب پڑھنے کے بعد آپ اسماعیلہ روانہ ہوئے۔ اسماعیلہ میں مولانا ڈاکٹر عبدالاول صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب ودیگر مقامی علماء کرام نے آپ کا استقبال کیا۔ اس نشست کی صدارت مولانا نعیم اللہ حقانی صاحب نے کی۔

آپ نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر سیرحاصل گفتگو فرمائی۔ اپنے بیان میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے مجاہدین ختم نبوت کی قربانیوں کو تفصیل سے بیان کیا۔ نیز آپ نے دورِ حاضر کے فتنوں سے اپنے اور اپنی نوجوان نسل کے ایمان کو بچانے کے حوالے سے فکرمند ہونے کی ضرورت اور اہمیت بیان کی۔ نماز عشاء کے بعد آپ رات قیام کے لئے الطاف حیدر کے ساتھ کالوخان تشریف لائے۔

یادگار مسجد کالوخان:

اتوار 18 فروری 2024ء، آج بعد از نماز فجر جامع مسجد یادگار مین اسٹاپ کالوخان میں آپ کا بیان ہوا۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور اس کے تحفظ کے لیے مسلمانوں کی ذمہ داری پر بیان کیا اور بتایا کہ جنگِ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے بائیس ہزار پیروکار قتل ہوئے۔ اسحاق اخرس کا فتنہ چارسو سال چلا، قادیانی فتنہ کے 2008ء میں سو سال مکمل ہوئے۔ اسود عنسی پورے یمن پر قابض ہوگیا تھا۔ ان جھوٹوں کو ماننے والے کیسے ملتے ہیں؟ یہ سارے دجل کرتے ہیں۔ آپ نے حضرت

ابومسلم خولانیؒ کا واقعہ بیان کیا کہ جب اسود عنسی کی جھوٹی نبوت سے انکار پر اسود عنسی نے آپؒ کو آگ میں ڈالا۔ پورے یمن کو تماشے کے لیے بلایا تھا۔لیکن تھوڑی دیر بعد حضرت ابومسلم خولانیؒ اس حالت میں باہر تشریف لائے کہ آپؒ کے کپڑوں کو بھی آگ نہیں لگی ہوئی تھی۔ حضورﷺ نے فرمایا:''دجالون''یعنی جھوٹے مدعیان نبوت دجل کرتے ہوئے آئیں گے۔ آپ نے موجودہ دور کے جھوٹے مدعی نبوت لوئس فرحان اور اس کی تنظیم ''دی نیشن آف اسلام'' کا ذکر کیا کہ مشہور باکسر محمد علی پہلے عیسائی تھا۔ پھر قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہوکر جب باہر نکلا تو دی نیشن آف اسلام کا بورڈ دیکھا اور ان کے جال میں پھنس گیا۔ پھر تبلیغ والوں کی محنت سے مسلمان ہوگیا۔ بہاء اللہ ایرانی کے عقائد اور ان کے طریقۂ واردات اور ان جھوٹوں کے دجل سے سامعین کو آگاہ کیا۔

مدرسہ تحسین القرآن کالوخان:

تقریباً دس بجے کے قریب آپ مدرسہ تحسین القرآن کالوخان تشریف لے گئے۔ وہاں پر طلبہ سے مختصر خطاب کرکے دعا کی۔ اس کے بعد آپ ختم نبوت اجتماع ضلع بونیر میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے۔

ختم نبوت کانفرنس طوطالئی ضلع بونیر:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بونیر کا سالانہ اجتماع آج بمقام طوطالئی جنازہ گاہ حضرت مولانا سبز علی خان صاحب کی زیر سرپرستی منعقد کیا گیا۔ آپ نے بعد از نماز ظہر اجتماع سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی اہمیت، جھوٹے مدعیان نبوت کے دجل اور فریب پر بیان کیا۔ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اکابر علماء دیوبند کی قربانیوں کو سراہا اور آغا شورش کشمیریؒ کی جیل میں استقامت اور ختم نبوت کے لیے چودہ دن تک بھوک ہڑتال کا واقعہ بیان کیا۔ اپنے اور پرائے تمام پریشان تھے کہ خانقاہ دین پوری شریف سے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالہادیؒ کا پیغام پہنچا کہ ''شورش! ڈٹ جاؤ! فتح تمہاری ہوگی۔'' آخر کار حکومت نے گھٹنے ٹیک دیے۔ ایک دفعہ آپ نے ذوالفقار علی بھٹو سے گفتگو کے دوران اپنے سر سے جناح کیپ اتارا اور بھٹو کے پاؤں میں رکھا۔ بھٹو بھی حیران ہوا۔ پوچھنے پر روکر فرمایا کہ ہم ایک ایسی ذلیل قوم ہیں کہ اپنے نبی کی ناموس کی بھی حفاظت نہ کرسکے۔ اور کہا کہ میں تم سے ختم نبوت کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ اس جھولی کو حضرت فاطمہؓ کی جھولی سمجھنا۔ پھر جب آپؒ وفات پاگئے تو بھٹو چین کے دورے پر چلے گئے اور واپس آکر قادیانی جرنیلوں کو ہٹا کر پھر آپ کی قبر پر گئے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ نے شورش کے جنازے میں شرکت کیوں نہیں کی تو کہا کہ میرا اس سے قادیانی جرنیلوں کے ہٹانے کا وعدہ تھا اور اس کام کو پورا کیے بغیر اس کے سامنے آتے مجھے شرم آئی۔ فتح خیبر کا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ختم نبوت کے کام کی ثمرات اور فوائد و برکات پر بھی گفتگو کی۔

واپسی:

ختم نبوت اجتماع بمقام طوطالئی ضلع بونیر سے خطاب کے بعد آپ کا دورہ اختتام کو پہنچا اور آپ نے واپسی کا سفر شروع کیا۔ اس سارے سفر میں آپ کے شاگرد مولانا انوار اللہ حقانی صاحب خادم کی حیثیت میں آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کو موٹروے تک پہنچا کر آپ کو رخصت کیا۔

☆☆ .... ☆☆

مولانا محمد اعظم کالاشہر ڈیرہ غازی خان

مولانا محمد اعظم کالاشہر ڈیرہ غازی خان جامعہ اویسیہ کے بانی تھے، آپ نے دورۂ حدیث شریف جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید مظفر گڑھ سے کیا۔ علم حدیث کی تعلیم میں آپ کے استاذ ہمارے استاذ جی حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے شاگرد رشید اور استاذ جی کے ہمنام مولانا عبدالمجید فاروقیؒ تھے۔ فراغت کے بعد کالاشہر ڈیرہ غازی خان میں جامعہ اویسیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ سیاسی طور پر آپ کا تعلق جمعیت علماء اسلام سے تھا اور تحریک ختم نبوت کے پروگراموں میں بھرپور طریقہ سے شرکت کرتے اپنے علاقہ میں تحریک ختم نبوت کی آواز تھے۔ آپ کی عمر تقریباً پچاس سال ہوگی۔ اللہ پاک نے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں آپ کی اولاد بیٹوں اور بیٹیوں میں آٹھ بیٹے بیٹیاں حافظ قرآن ہیں جو یقیناً آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ جامعہ اویسیہ میں جو مسجد تعمیر کی اس کی ساٹھ فٹ لمبائی اور بتیس فٹ چوڑائی ہے۔ ایسے ہی برآمدہ ساٹھ فٹ لمبا اور چودہ فٹ چوڑا ہے۔ آپ کی وفات ۳/جنوری ۲۰۲۲ء کو ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے فرزند ارجمند اور جانشین مولانا مفتی قدرت اللہ نے پڑھائی اور آپ کو کالاشہر کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ تونسہ شریف کے دورہ سے واپسی پر ڈویژنل مبلغ مولانا محمد اقبال ساقی کی معیت میں مولانا کے پسماندگان سے تعزیت کی نیز ان کی مسجد میں موت کے عنوان پر مختصر بیان کیا اور مرحوم کی مغفرت کی دعا کی۔

(اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ وعافہ) (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

خوشخبری

گوادر سٹی میں

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیرِ اہتمام

جامع مسجد خاتم النبیین و مرکزِ ختمِ نبوت گوادر
کے تعمیری کام کا سلسلہ جاری ہے

اہلِ خیر حضرات متوجہ ہوں!

محافظینِ ختمِ نبوت سے اپیل کی جاتی ہے کہ اپنے لیے اور اپنے اہلِ خانہ لواحقین کی طرف سے جامع مسجد خاتم النبیین و مرکزِ ختمِ نبوت گوادر کی تعمیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

محاذِ ختمِ نبوت کے ساتھ تعاون نبی پاک ﷺ کی شفاعت کا بہترین ذریعہ ہے

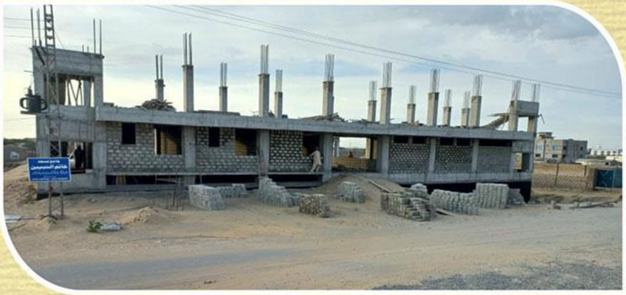

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT

Whatsapp: 03009899402

Easy Paisa: 03333060501

Account # 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.